اردو کی کلاسیکی ادب

دیوان

مہ لقا بائی چندا

مرتبہ: شفقت رضوی

مجلسِ ترقیِ ادب، لاہور

مہ لقا بائی چندا

طبع اول : اپریل ۱۹۹۰ء

تعداد : ۱۱۰۰

ناشر : احمد ندیم قاسمی
ناظمِ مجلسِ ترقیِ ادب ، لاہور
مطبع : اساطیر آرٹ پریس ، ۳۷ مزنگ روڈ لاہور
طابع : افضل رضا
سرورق : عظیم پرنٹنگ کارپوریشن - ۳۳۱۰ غازی روڈ لاہور کینٹ
قیمت : ۳۵ روپے

بعونِ صانعِ مکین و مکان بفضلِ خلاقِ زمین و زمان

اردو کا کلاسیکی ادب

دیوان

مہ لقا بائی چندا

ناشر

مجلسِ ترقیِ ادب ۲- نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور



اردو کی پہلی صاحبِ دیوان شاعرہ
(ماہ لقا بائی چندا)

(۱۱۸۱ھ — ۱۲۰۰ء)

بملاحظہ برادرم سید علی احسنہ

With Compliments

ملتمس دعا
محمد المسیب ابن ملا محمد ابن مرزا علی
محتاج دعا

17/4/91

فہرست

غزلیات

ردیف الف

ردیف ب

ردیف پ

ردیف ت

ردیف ث

ردیف ج

ردیف چ

ردیف ح

ردیف خ

ردیف د

ردیف ذ

ردیف ر

ردیف ز

ردیف س

ردیف ش

ردیف ص

ردیف ض

ردیف ط

ردیف ظ

ردیف ع

ردیف غ

ردیف ف

ردیف ق

ردیف ک

ردیف ل

ردیف م

ردیف ن

ردیف و

ردیف ہ

ردیف ی - ے

پیش لفظ

شفقت رضوی

اردو شاعروں کے تذکروں اور کتب تاریخ ادب میں پہلی صاحب دیوان شاعرہ ہونے کا اعزاز مہ لقا بائی چندا کو دیا گیا ہے جس کا تعلق بلحاظ پیدائش و توطن دکن سے تھا - وہی دکن جس کا خمیر پیار کی مٹی سے اٹھا ہے ، وہی دکن جو پیار کرنے والے محمد قلی قطب شاہ کی سرزمین ہے - پیار کی جانے والی آہوئے صحرا بھاگ متی کی سرزمین ، جن کی محبتوں کی خوشبو وہاں کے ذرے ذرے میں رچی بسی ہے - جسے مٹانے کے لیے تلواروں اور توپوں نے کتنی بار قوت آزمائی کی لیکن ہر دفعہ تلوار ٹوٹی اور توپیں سرنگوں ہوئیں - لیکن محبت کی سوندھی خوشبو کبھی فنا نہ ہو سکی - اسی ماحول میں پروان چڑھ کر اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر محمد قلی قطب شاہ معانی نے اپنے لافانی گیتوں سے پیار کرنا سکھایا - انھی ذروں کی سجدہ ریزی نے ولی کو اردو زبان کا رودکی بنایا - یہیں مجذوب سراج رقص کناں رہے ، یہاں آلہا او دل کی روایت نہیں ، بھاگ متی اور قطب کی روایت ہے - ایک اردو کے ماتھے کا جھومر اور دوسرا اردو کے سر کا تاج - وہ تاج جو ہمیشہ جھومر کے آگے جھکتا رہا - اسی جھومر کا ایک نگینہ چندا ہے -

یہ تاریخ ادب کا المیہ ہے کہ اردو کی اس صاحب دیوان شاعرہ کی طرف کبھی توجہ نہ دی گئی ، کیونکہ ہم مروجہ روایتی ناموں

سے ہٹ کر تاریخِ ادب کے پوشیدہ گوشوں سے ہمیشہ گریزاں رہے۔ چند قدیم تذکرے ضرور ایسے ہیں جن میں چندا کا نام مختصر اور غیر مکمل کوائف کے ساتھ ملتا ہے اور کم و بیش ہر ایک نے اس کے ساتھ ''طوائف'' کا لفظ استعمال کر کے حقارت کا اظہار کرنے کی کوشش کی ہے۔ ممکن ہے ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق اسی باعث تاریخِ ادب میں اس کا نام شامل کرتے ہوئے ہچکچاتے رہے ہوں، حالانکہ اس واقعہ یہ ہے کہ وہ ان معنوں میں طوائف نہیں تھی جو اب عام ہیں۔ ہاں موسیقی اور رقص اس کے مشغلے تھے۔ وہ نہ تو بازاری تھی اور نہ ارزاں۔ ساتھ ہی چندا کے خاندانی پس منظر سے ناواقفیت کی وجہ سے لوگ اس کے مقام کے تعین کے سلسلے میں غیر محتاط رہے۔ حالات کے جبر اور واقعات کی ستم ظریفی نے اسے یہ پیشہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا ورنہ ددھیال اور ننھیال دونوں طرف سے اس کا تعلق معزز اور معتبر گھرانوں سے تھا۔ اس بدنام زمانہ پیشے سے تعلق کے باوجود اس نے اپنے کردار کو ممکنہ حد تک بے داغ رکھا اور خیر کے ذریعوں کو رو بہ کار لانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ کتبِ تواریخ و سوانح میں اس کی بد کرداری یا بے راہروی کی کوئی شہادت نہیں ملتی۔

چندا کے حالاتِ زندگی کے بارے میں ادبی تذکروں سے قطع نظر اگر کوئی تفصیلی اور درست مواد ملتا ہے تو وہ غلام حسین خان جوہر پنڈری کی مرتبہ تاریخ دکن موسومہ ''ماہ نامہ'' اور ''حیاتِ ماہ لقا'' مؤلفہ غلام صمدانی خان گوہر ہیں۔ اول الذکر کبھی شائع نہیں ہوئی۔ اس کے قلمی نسخے ادارۂ ادبیات اردو حیدر آباد دکن، ذخیرۂ باباۓ اردو انجمن ترقی اردو کراچی اور برٹش میوزیم میں ہیں۔

بعض محققین نے چندا پر قلم بھی اٹھایا ہے تو ان مآخذ اصلی سے استفادہ نہیں کیا۔ "حیات ماہ لقا" کے زیادہ تر مندرجات "ماہ نامہ" سے ہی ماخوذ ہیں۔

اس شاعرہ کا نام چندا بائی یا چندا بی بی تھا۔ خطاب ماہ لقا اور تخلص چندا۔ اس کے والد کا نام بہادر خاں تھا جو بسالت خاں کے موروثی خطاب سے سرفراز تھا۔ "وہ مرزا سلطان نظر المخاطب بسالت خاں و صلابت خاں و معظم خاں کے خلفِ اکبر و ارشد تھے۔"[۱] اس کے برخلاف نصیرالدین ہاشمی لکھتے ہیں کہ "اس کا (چندا کا) باپ مرزا سلطان نظر بلخ سے ہندوستان آیا تھا۔"[۲] تعجب ہے کہ نصیرالدین ہاشمی اس امر کا بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ انھوں نے لندن میں "تاریخ دل افروز"[۳] کا مطالعہ کیا ہے۔ باوجود اس کے وہ دادا کو باپ بتلاتے ہیں۔ میرزا سلطان نظر کے حالات صمصام الدولہ شاہنواز خاں نے اپنی تالیف "مآثر الامراء" میں بیان کیے ہیں۔ ان کے بیان کے مطابق مرزا سلطان نظر کا سال وفات ۱۱۲۲ھ ہے جبکہ چندا کی ولادت ۱۱۸۱ھ میں یعنی مرزا سلطان نظر کی وفات کے ۵۳-۵۴ سال بعد ہوئی ہے۔ گوہر کے بیان کی تصدیق غلام حسین

۱۔ گوہر، غلام صمدانی خاں: حیاتِ ماہ لقا، ص ۱۱۔
۲۔ نصیرالدین ہاشمی: یورپ میں دکنی مخطوطات، ص ۵۵۴۔
۳۔ غلام حسین خاں جوہر بہدری کی تالیف جو تاریخ دکن سے متعلق ہے۔ اس کے تین مخطوطات کا ہم نے سطور ماقبل میں ذکر کیا ہے۔ ادارۂ ادبیات اردو میں یہ "ماہ نامہ" کے نام سے، برٹش میوزیم میں "تاریخ دل افروز" کے نام سے اور ذخیرۂ بابائے اردو میں "تجلیاتِ ماہ لقا" کے نام سے محفوظ ہے۔ مصنف کی صراحت کے مطابق اس کا نام "ماہ نامہ" ہے۔

خاں جوہر بیدری کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ "تجلیات ماہ لقا" میں انہوں نے لکھا ہے "جد اعلیٰ ابن پری پیکر میرزا سلطان نظر اعظم شاہی است۔"[1]

میرزا سلطان نظر ترکی الاصل تھے۔ ان کے والد مرزا محمد یار شہر بلخ کے نہایت معزز و عالی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ صمصام الدولہ شاہنواز خاں نے انہیں چغتائی ارلات اور گوہر نے چغتائی برلاس لکھا ہے۔ ان میں شاہنواز خاں کا بیان درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ شخصی طور پر میرزا سلطان نظر سے واقف تھے۔ مرزا محمد یار صاحب قران شاہ جہاں بادشاہ کے عہدِ حکومت میں ہندوستان وارد ہوئے اور منصب داروں کے زمرے میں شامل ہوئے۔ انہوں نے ہندوستان ہی میں ایک شریف خاندان کی خاتون سے عقد کیا جن کے بطن سے مرزا سلطان نظر پیدا ہوئے۔ ان کی تعلیم و تربیت نہایت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی۔ وہ سنِ شعور کو پہنچے تو محمد اعظم شاہ کے ملازمین میں شامل ہوگئے اور شاہزادے کی طرف سے بادشاہ کے حضور میں وکیل مقرر ہوئے۔ جب بادشاہ عالمگیر کا انتقال ہوا تو محمد اعظم شاہ نے ان کو تین ہزاری منصب اور خطاب صلابت خاں سے نوازا اور دیوانِ خاص کا داروغہ مقرر کیا۔ بعد میں مرزا سلطان نظر، محمد معظم بہادر شاہ اول (۱۷۰۷-۱۲ء) کی خدمت پر مامور رہے اور بسالت خاں کے خطاب سے سرفراز کیے گئے۔ انہیں اسی رسالے کا بخشی مقرر کیا گیا جو سلطان عالی تبار کے نام نامی سے موسوم تھا۔ مرزا سلطان نظر نے دکن کی مہمات میں بھی حصہ لیا، لیکن وہاں سے واپسی کے بعد دیکھا

۱۔ غلام حسین خاں جوہر بیدری: تجلیات ماہ لقا، ص ۸۲ الف (قلمی)۔

کہ سلطنت کی حالت ابتر ہو چکی ہے ، خزانہ خالی ہے اور سپاہیوں کو تنخواہ دینے کا بھی کوئی بندوبست نہیں ہے - خود ان کی جاگیر سپاہیوں کی کفالت نہیں کر سکتی تھی اس لیے انھوں نے استعفیٰ دے دیا - بہادر شاہ اول نے میر آتشی کے عہدے کی پیشکش بھی کی لیکن انھوں نے معذرت کر لی اور صرف بارگاہ شاہی کی حاضر باشی پر اکتفا کر لیا -

بہادر شاہ اول کے مارے جانے کے بعد چاروں شہزادوں میں فتنہ و فساد برپا ہوا - ہر ایک اپنی بادشاہی قائم کرنے کی کوشش میں تھا - اس موقعے پر بسالت خاں سلطان نظر نے جہان شاہ کا ساتھ دیا جس کے صلے میں انھیں معظم خاں کا خطاب ملا اور منصب شش ہزاری مع خدمت بخشی گری عطا ہوا - لیکن چند ہی دنوں میں جہان شاہ مع اپنے دو بھائیوں کے مارا گیا اور شہزادہ جہاندار شاہ کو فتح نصیب ہوئی (۱۷۱۲ء) - وہ اورنگ شاہی پر جلوہ افروز ہوا تو امیر الامراء ذوالفقار خاں کی کوششوں سے سلطان نظر کا منصب بحال رہا اور جب جہاندار شاہ نے فرخ سیر سے شکست کھائی تو عہد فرخ سیر (۱۹-۱۷۱۳ء) کے دوران بھی امیر الامراء سے قدیمی تعلقات کی وجہ سے ان کے مرتبے میں کوئی فرق نہیں آیا -

امیر الامراء حسین علی خاں صوبہ جات دکن کے انتظامات کے لیے روانہ کیے گئے تو سلطان نظر ان کے ہمرکاب تھے - وہ خدمات بخشی گری اور وقائع نگاری پر مامور تھے - امیر الامراء انھیں نہایت عزیز رکھتے تھے اور بے حد عزت و احترام سے پیش آتے تھے - چنانچہ "ان کا دستور تھا کہ جب فرمانِ شاہی آتا تو بسالت خاں کو کہتے کہ تم فرمان لے کر روبرو کھڑے رہو تاکہ

میں تسلیمات بجا لاؤں اور تسلیمات بجا لانے کے وقت سوائے تمہارے اور کوئی مقابل نہ رہے ۔"[1]

انھی دنوں جب کہ امیر الامراء حسین علی خان اور مرزا سلطان نظر دکن میں تھے ، فرمانِ شاہی صادر ہوا کہ والی ایران کی جانب سے سید مرتضیٰ خان ایلچی آنے والے ہیں اس لیے لازم ہے کہ ان کی پیشوائی کے لیے کسی کو بھیجا جائے ۔ اس کام کے لیے میرزا سلطان نظر موزوں قرار پائے اور حکم ہوا کہ انھیں فوراً دارالحکومت روانہ کیا جائے ۔ اسی زمانے میں دکن میں داؤد خان نے بغاوت کر دی تھی ، جس کی فوری سرکوبی ضروری تھی ، اس لیے امیر الامراء نے داؤد خان پر فوج کشی کی تو سلطان نظر ان کے ساتھ تھے ۔ اس جنگ میں داؤد خان مارا گیا اور سلطان نظر بھی کام آئے ۔ یہ واقعہ ۱۱۲۷ع کا ہے[2] ۔ اس وقت سلطان نظر کی عمر ۶۳ سال تھی ۔ وہ دارالسرور برہان پور کے محلہ سنوارہ میں اپنی خریدی ہوئی حویلی میں مدفون ہوئے ۔ سلطان نظر کی سیرت کے بارے میں شاہنواز خان کا بیان ہے کہ :

"وہ اپنی دوست پرستی کے لیے مشہور تھا اور کلمۂ خیر کہنے کی بہت قوت رکھتا تھا ۔"[3]

اور جوہر بیدری رقم طراز ہیں کہ :

---

۱ ۔ گوہر ، غلام صمدانی خان : حیات ماہ لقا ، ص ۱۵ ۔

۲ ۔ صمصام الدولہ شاہنواز خان : مآثر الامراء (ترجمہ از ڈاکٹر ایوب قادری) ، ص ۳۵۶ ۔

۳ ۔ صمصام الدولہ شاہنواز خان : مآثر الامراء (ترجمہ از ڈاکٹر ایوب قادری) ، ص ۳۵۶ ۔

"غرض از شرح و بسط احوال میرزا سلطان نظر یعنی بسالت خان این کہ خان مذکور از ناموران روزگار و از عمدہ امرائے باوقار بود ۔"[1]

چندا کے نانا کا نام خواجہ محمد حسین تھا جو عہد محمد شاہ (۱۷۱۹-۴۸ء) میں قصبہ بارہہ سے طالع آزمائی کے لیے دہلی آئے۔ وہ عالی ہمت ، بلند حوصلہ ، جفاکش اور محنتی نوجوان تھے ۔ بعد سعی و جہد احمد آباد گجرات کے ناظم نے انہیں کروڑ گری کے محکمے میں مامور کیا ۔ وہ طبعاً حسن پرست ، عیش مزاج اور شاہ خرچ بھی تھے ۔ اس ملازمت کے دوران میں چونکہ فارغ البالی بھی رہی اور رفتہ رفتہ متمول بھی ہونے گئے ، اس لیے مزاج مزید بگڑتا گیا ۔ گجرات ہی میں وہ اپنے عقد کے سلسلے میں کسی حسین پری پیکر ، حور جمال کے متلاشی رہے ۔ تلاش بسیار کے بعد ایک لڑکی حسن میں رشک حور ، نام اس کا چندا بی بی تھا ، پسند آئی ۔ خواجہ محمد حسین نے اس سے شادی کی خواہش ظاہر کی ، لیکن چندا بی بی کے والدین کی جانب سے مسلسل انکار ہوتا رہا ۔ بے حد رد و قدح کے بعد یہ رشتہ طے ہوا ۔ چندا بی بی کے بطن سے ۱۹ اولادیں ہوئیں لیکن ان میں بھی بیشتر سن تمیز تک نہ پہنچ سکیں ، بقول جوہر بیدری :

"از آن جملہ پنج کس از اولاد خان مذکور از مائدۂ خوان حیات متلذذ گردیدند و بعمر طبعی رسیدند ۔ چنانچہ از آں خمسہ متولدہ دو فرزند نرینہ یکے موسوم بہ غلام حسین ، دوئم موسوم بہ غلام محمد و از اناث سہ دختر نیک اختر یکے مسماۃ

---

۱ ۔ جوہر بیدری : تجلیات ماہ لقا ، ورق ۸۵ الف (قلمی) ۔

نور بی بی ، دوی مساۃ بولن بی بی ، سیومی مساۃ مہدہ بی بی یعنی عرف راج کنور بائی ثمرہ چین ِ حدیقہ ٔ عمر ِ عزیز گردیدند ۔"[۱]

خواجہ محمد حسین کے ہاں دولت کی فراوانی تھی اور چونکہ مزاج عیش پسند تھا اس لیے اصراف میں اضافہ ہوتا گیا ، یہاں تک کہ ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے انھوں نے سرکاری خزانے پر بھی ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا ۔ ان حالات کی اطلاع ناظم ِ گجرات کو پہنچی ، تو اس نے جانچ پڑتال شروع کی ۔ پتہ چلا کہ خواجہ محمد حسین نے اس قدر روپیہ خرد برد کیا ہے کہ بازیابی اس کے اختیار سے باہر ہے ۔ ممکن ہے انھیں گرفتار ہی کرلیا جاتا کہ انھوں نے عافیت اسی میں دیکھی کہ راہ ِ فرار اختیار کر لیں ۔ چنانچہ اپنے خاندان کو بے یار و مددگار چھوڑ کر وہ روپوش ہوگئے اور پھر کبھی ان کا حال احوال معلوم نہ ہو سکا ۔ ناظم ِ گجرات نے ان کی بیوی اور بچوں کو نظر بند کر دیا ۔ ان کے گذارے کی کوئی سبیل نہ تھی اس لیے چندا بی بی نے زیورات اور اثاث البیت بیچ بیچ کر گزارا کیا ۔ اس وقت کے حالات لکھتے ہوئے جوہر پیدری بتلاتے ہیں کہ :

"درماندگی بحد ِ افراط رسید ۔ بحدیکہ یک چوب بزرگ و دیگر اشیاء کہ بقیمت یک ہزار و شش صد روپیہ بود بہ شانزدہ سکہ فروختہ و وجہ قوت نمودند ۔"[۲]

---

۱ ۔ جوہر پیدری : تجلیات ِ ماہ لقا ، ورق ۸۶ (قلمی) ۔
۲ ۔ ایضاً ، ورق ۸۶ الف (قلمی) ۔

آخر میں گذارے کی کوئی صورت باقی نہ رہی تو راہ فرار اختیار کی - اپنی پانچوں اولادوں کے ساتھ وہ صحرا نوردی کرتی دہولیہ پہنچی جہاں بھگتیوں کے محلے میں قیام کیا - ان بھگتیوں کا پیشہ گانا بجانا تھا - انھوں نے کچھ تو از راہ انسانیت اور کچھ لڑکیوں کے حسن و جمال سے متاثر ہو کر اس خاندان کی مدد کی ، تاکہ موقع ملے تو ان لڑکیوں کے ذریعے کسب معاش کیا جائے - چندا بی بی کی لڑکیوں خصوصاً نور بی بی کا اکثر ان بھگتیوں کے گھر جانا ہوتا جہاں وہ سب کو گانے اور بجانے میں مصروف دیکھتی اور نادانستہ طور پر سیکھتی رہتی - رفتہ رفتہ وہ موسیقی کے رموز سے واقف ہوتی گئی اور اس فن کی باریکیوں کو سمجھنے لگی - یہ سب باتیں گھر آ کر بولن بی بی کو بھی سمجھایا کرتی - اس قبیلے والے ان لڑکیوں کے شوق کو مہمیز کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے - ساتھ ہی چندا بی بی پر دباؤ ڈالتے رہے کہ ان لڑکیوں کو موسیقی کی باقاعدہ تعلیم دلوائے - وہ اس اس کو ٹالتی رہیں لیکن جب حالات قابو سے باہر ہوگئے تو ہتھیار ڈال دیے - اس طرح نور بی بی اور بولن بی بی نے ان فنون کو سیکھ کر محفلوں میں گانا شروع کر دیا - چند ہی دنوں میں ان کی شہرت اطراف و جوانب میں پھیل گئی -

قصبہ دہولیہ کا راجہ سالم سنگھ ولد پرتاب سنگھ تھا جو اپنے مردانہ حسن ، وجاہت ، دولت اور حشمت کے لیے مشہور تھا - چندا بی بی کی تینوں لڑکیوں میں میدا بی بی سب سے حسین ، چندے آفتاب چندے مہتاب تھی - جب نور بی بی اور بولن بی بی کی شہرت ہوئی اور لوگ ان کے فن کی داد دینے لگے تو ساتھ ہی میدا بی بی

کے حسن کے چرچے بھی ہونے لگے ۔ راجہ سالم سنگھ نے بھی اسے دیکھا اور جان و دل سے وارفتہ ہو گیا ۔ اس نے چندا بی بی کو ہر طرح خوش کرنے کی کوشش کی ۔ ان کے رہنے کے لیے مکان فراہم کیا ، قیمتی تحائف سے ان کا دل موہ لینے کی کوشش کی ۔ اس کی دولت اور اقتدار اسی ایک کام میں صرف ہونے لگے کہ کسی طرح چندا بی بی رام ہو جائے اور مہدا بی بی کو اس کے حوالے کر دے ۔ لیکن چندا بی بی اس پر راضی نہ ہوئی ۔ بالآخر سالم سنگھ اپنے اثر و رسوخ اور طاقت کے مظاہرے پر اتر آیا ۔ تب بھکتیوں نے سمجھایا کہ راجہ سالم کے علاقے میں رہتے ہوئے اس سے بیر مول لینا مناسب نہیں ۔ یہ بات کسی وقت بھی بڑی مصیبت کا پیش خیمہ بن سکتی ہے ۔ راجہ کی طاقت ، دولت اور حکومت نے بے آسرا اور لاچار عورت کو ایک بار پھر ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا ۔ اس طرح مہدا بی بی راجہ سالم کے حرم میں داخل ہو گئی جہاں وہ اس پر اپنی محبت کے ستارے نچھاور کرتا رہا اور ساری دنیا کا عیش و آرام اس کے لیے مہیا کر دیا ۔

راجہ سالم سنگھ پہلے ہی شادی شدہ تھا ۔ مہدا بی بی کا حرم میں داخل ہونا اس کی بیوی کو کسی طرح گوارا نہیں تھا ۔ اس نے ہر طرح جتن کیے کہ مہدا بی بی سے چھٹکارا حاصل کر لے لیکن ابتداء میں اسے کامیابی حاصل نہیں ہوئی ۔ راجہ سالم سنگھ کی محبت کا ثمر ایک خوبصورت لڑکی کی صورت میں ظاہر ہوا ۔ نجومیوں کے کہنے پر اس کا نام مہتاب بی بی رکھا گیا ۔ ان نجومیوں نے یہ بھی بتلایا کہ یہ لڑکی نہایت خوش نصیب ہے اور کسی امیر کبیر سے بیاہی جائے گی ۔ اسی زمانے میں مہدا بی بی بیمار ہوئی اور اس پر

سکتہ طاری ہو گیا ۔ سب کا یہی خیال تھا کہ راجہ کی بیوی نے جادو کروایا ہے ۔ میدا بی بی کی حالت ابتر ہوتی گئی ، یہاں تک کہ اس کی جان کے لالے پڑ گئے ۔ راجہ نے علاج معالجے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن مہینوں افاقے کی صورت نظر نہیں آئی ۔ اس بیماری اور راجہ کی بیوی کے جادو کروانے کا اثر پورے خاندان پر پڑا اور سب دہشت زدہ ہوگئے ۔ ان پر یہ خوف غالب رہتا کہ رانی ایک ایک کو ختم کروا کے ہی دم لے گی ۔ چندا بی بی جو حالات کا کسی نہ کسی طور مقابلہ کر رہی تھی ، اس صدمے اور صورتِ حال کو برداشت نہ کر سکی اور راہی ملک عدم ہوئی ۔ کچھ عرصے بعد جب میدا بی بی کو کچھ افاقہ ہوا تو بھگتیوں نے انھیں مشورہ دیا کہ دیولیہ سے فرار ہو جائیں ۔ چنانچہ تینوں بہنیں ، دونوں بھائی اور مہتاب بی بی بھگتیوں کی رہنمائی میں صوبہ مالوہ کے راستے دریائے نربدا عبور کر کے دکن پہنچیں ۔ راستے میں غلام حسین اور غلام محمد قافلے سے بچھڑ گئے یا شاید بھگتیوں نے کسی طرح ان سے پیچھا چھڑا لیا ۔ باپ کی طرح ان بھائیوں سے بھی پھر کبھی انھیں ملنے کا موقع نہ ملا ۔ جوہر بیدری لکھتے ہیں کہ :

"چوں عہد فردوس آرام محمد شاہ پادشاہ بود و نواب آصف جاہ نظام الملک بخیریت برہانپور تشلاق داشتند بھگتہ ہا معہ ہر سہ خواہران بعد قطع مراحل در ١١٠٦ ہجری اول؟ وارد برہانپور و داخل فوج فروزی آصفجاہی گردیدند ۔"[١]

---

١ ۔ جوہر بیدری : تجلیات ماہ لقا (قلمی) ورق ٨٨ الف ۔
مخطوطے میں سنہ ١١٠٦ ہجری ہی پڑھا جا سکتا ہے جو یقیناً کتابت کی غلطی ہے ۔ ہمارا خیال ہے کہ ١١٦٠ھ درست ہے ۔

چند دن برہان پور میں تمام کرنے کے بعد وہ اورنگ آباد چلے گئے ، جہاں کوئی ذریعہ معاش نہ ہونے کی وجہ سے موسیقی اور رقص کا پیشہ اختیار کر لیا - راجہ سالم سنگھ کے خوف سے ان لڑکیوں نے اپنے نام بھی تبدیل کر لیے - نور بی بی برج کنور بائی ، بولن بی بی بولن کنور بائی ، میدا بی بی راج کنور بائی اور مہتاب بی بی مہتاب کنور بائی کہلانے لگیں - راج کنور بائی اپنی بیٹی مہتاب کنور بائی کے ساتھ گھر میں رہتی تھی - باقی دونوں بہنیں مجرے کے لیے جایا کرتیں - یہاں بھی انھیں خوب شہرت حاصل ہوئی - [1]

---

۱ - اس امر کا ذکر سوانح "تجلیات ماہ لقا" کسی اور کتاب میں نہیں ملتا کہ اورنگ آباد میں وارد ہونے کے بعد میدا بی بی راج کنور بائی کے ہاں ایک اور لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام مان کنور بائی رکھا گیا - جوہر بیدری "تجلیات ماہ لقا" میں "ذکر تولد مان کنور بائی بنت راج کنور بائی ہمشیرۂ ماہ لقا بائی در اورنگ آباد" کے زیر عنوان لکھتے ہیں :

"در ہنگامے کہ راج کنور بائی در اورنگ آباد طرح سکونت افگندہ بارادت خلاق اکبر از بطن راج کنور بائی دخترے پری پیکر قدم بر بساط وجود نہاد - بہ تجویز منجمان دقیقہ رس باسم مان کنور بائی موسومہ گردید - بغایر مبالغہ اختر مہ پارہ بود کہ در خورد سالی عالمے از تجلی جمالش چشم نظارہ دوست را روشن می شود - نواب شجاع الملک میر محمد شریف خاں بسالت جنگ بہادر نواب مستطاب میر نظام علی خاں بہادر شیفتہ حسن خداداش گردیدہ ہم در ایام دوشیزگی و خورد سالی مان کنور بائی را در خانہ دولت آشیانہ خود او رود از فرط محبت و شیفتگی آں قدر پاس خاطرش می کوشید کہ مان کنور بائی بمقتضائے ایام خورد سالی بہمت بازی مشغول شد نواب بسالت جنگ ہم شریک.....و تفنن می گردید - اما بخواہش

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

راج کنور بائی کی بڑی بیٹی مہتاب بی بی نے جب جوانی کی حدود میں قدم رکھا تو اس کے حسن کے چرچے بھی ہونے لگے ۔ دکن کے امیر کبیر نواب احتشام جنگ رکن الدولہ مدار المہام مملکت آصفیہ اس کی زلفِ گرہ گیر کے اسیر ہوگئے اور بڑی آرزوؤں سے اسے اپنے عقدِ شرعی میں لے لیا ۔ انہیں صاحب جی صاحبہ کے خطاب سے نوازا گیا ۔ وہ اس نام سے اس قدر مشہور ہوئیں کہ لوگوں نے اصل نام کو بھلا ہی دیا ۔ تمام امرائے نامدار ، روسائے عظام و منصب داران صاحب جی صاحبہ کا کمال درجہ احترام کرتے تھے ۔ وہ بھی اپنے کردار ، اپنی وضع داری ، رکھ رکھاؤ ، اخلاق ، شرافت ، رعب و داب اور برتاؤ کی وجہ سے سب کی نظروں میں معزز و محترم رہیں ۔

میدا بی بی راج کنور بائی بہ نسبت اپنی بہنوں کے زیادہ قبول صورت ، نیک سیرت ، صاحبِ اخلاق اور با مروت تھیں ۔ انھیں رقص و موسیقی سے کبھی رغبت نہیں رہی ۔ وہ عمر کی اس منزل کو پہنچ چکی تھیں کہ ہوسِ دنیا باقی نہ رہی ۔ راجہ سالم سنگھ کے حرم میں رہ کر نہ صرف دل پر زخم کھا چکی تھیں بلکہ عاقبت بھی بگاڑ چکی تھی ۔ وہ یادِ خدا میں زندگی گزارنا چاہتی تھیں لیکن دکن کے اکثر اہلِ دل اب بھی ان کے طلب گار تھے "مگر کسی کا کمند

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ایزدی ماں کنور بائی بعد ولادت یک فرزند بہ رحمت ایزدی پیوست ۔" (ورق ۸۸)

اس تفصیل کے باوجود بہ صراحت موجود نہیں کہ ماں کنور بائی کا باپ کون تھا ۔ قیاس کہتا ہے کہ یہ بھی راجہ سالم سنگھ کی اولاد ہو سکتی ہے ۔

مدعا راج کنور بائی کے محل مقصود پر لے پہنچا اور حسبِ سرنوشت ازلی و تقدیرِ لم یزلی راج کنور بائی کا نقش موانست امیر نامدار نواب بسالت خاں بہادر آصف جاہی بخشیِ خاص کے لوحِ دل پر درست بیٹھا ۔"[۱]

نواب بسالت خاں بہادر آصف جاہی بخشی صرف خاص ، مرزا سلطان نظر کے فرزندِ دلبند تھے ۔ ان کا نام بہادر خاں تھا ۔ غلام صمدانی خاں گوہر نے ان کو مرزا سلطان کا خلفِ اکبر و ارشد لکھا ہے جبکہ شاہنواز خاں ، جو اس خاندان سے واقف تھے ، بیان کرتے ہیں :

"اس کے (سلطان نظر کے) بڑے لڑکے کا نام میرزا حیدر تھا جو حسین علی خاں کی مدد سے اپنے باپ کے بعد بخشی مقرر ہوا ۔ سادات کے زوال کے بعد عہدہ چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گیا ۔ اس کا دوسرا لڑکا جسے باپ کا خطاب بسالت خاں ملا تھا ، آصف جاہ کے ہمراہ تھا ۔ محرر اوراق (شاہنواز خاں) نے اس کو دیکھا ہے ۔ اس کے دو لڑکے تھے جو قلیل منصب و جاگیر میں زندگی گزارتے تھے ۔"[۲]

حیرت ہے کہ شاہنواز خاں نے دوسرے بیٹے کا نام لکھنا ضروری خیال نہیں کیا ۔ یہی بہادر خاں المخاطب بہ بسالت خاں تھا اس لیے گوہر کا چندا کے باپ کو سلطان نظر کا فرزند اکبر و ارشد قرار دینا درست نہیں ۔

---

۱ ۔ گوہر ، غلام صمدانی خاں : حیاتِ ماہ لقا ، ص ۹ ۔

۲ ۔ شاہنواز خاں : مآثر الامراء (اردو ترجمہ از ڈاکٹر ایوب قادری) ، ص ۳۵۶ ۔

یہاں دو باتوں کی وضاحت ضروری ہے :

ایک یہ کہ ۱۱۷۱ھ (سالِ وفات شاہنواز خاں) سے قبل بسالت خاں صاحبِ اولاد تھا اور اس کے دو بیٹے بھی تھے جو قلیل منصب و جاگیر پر گزارہ کرتے تھے ۔ گویا میدا بی بی سے بسالت خاں کی پہلی شادی نہیں تھی ۔

دوسرے یہ کہ سلطان نظر ۱۱۷۲ھ میں جنگ میں کام آئے اور چندا کی پیدائش ۱۱۸۱ھ میں ہوئی ۔ گویا اس کی پیدائش کے وقت بسالت خان کی عمر ۵۵ سال سے زاید تھی ۔

ان دونوں حقائق کی روشنی میں نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ بسالت خاں اور میدا بی بی کی شادی امنگوں اور ارمانوں کی بناء پر نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی میدا بی بی کی جاہ طلبی کو اس کی وجہ قرار دیا جا سکتا ہے ، بلکہ غالباً میدا بی بی نے زمانے کے اتنے کرب ناک نشیب و فراز دیکھے تھے اور ایسے زخم کھائے تھے کہ انھیں دنیا کی ہوس ناکیوں سے بچنے کی صورت یہی نظر آئی کہ کسی عمر رسیدہ شخص کی پناہ حاصل کر لیں اور عزت و آبرو کے ساتھ زندگی گزار سکیں ۔ ان کے اسی طرزِ عمل نے لوگوں کی نگاہوں میں ان کا وقار بڑھا دیا تھا ۔ جوہر لکھتے ہیں کہ ان کے وسعتِ حوصلہ اور اوصاف حمیدہ کے بیان کے لیے ایک جداگانہ کتاب مرتب کرنی پڑے گی ۔ احتشام جنگ مدار المہام ان کے ساتھ نہایت اعزاز و احترام سے پیش آئے اور ”بائی جی صاحبہ“ کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے ۔

الغرض نواب بسالت خاں آصف جاہی بخشی صرفِ خاص کے ہاں میدا بی بی المعروف راج کنور بائی کے بطن سے ”۲۰ ذی قعدہ ۱۱۸۱ھ

روز دوشنبه ، جب آفتابِ عالم تاب دو نیزے پر آیا ، ساعت قمر میں ایک ماہ پیکر حور منظر لڑکی تولد ہوئی ۔ منجموں نے چندا بی بی نام رکھا ۔ مورخ کا بیان ہے کہ تولد کے وقت دفعتاً ایسی روشنی ہوئی کہ حجرہ منور ہوگیا ۔ تمام حاضرین اس مشاہدے سے متحیر و متعجب ہوئے ۔"[1]

اس موقع کی مناسبت سے جوہر بیدری نے یہ تہنیتی اشعار کہے :

بحمداللہ کہ سازِ جشن باز اندر نوا آمد
چو زہرہ بر زمیں از سطحِ اوجِ سہمیا آمد

نوائے نغمۂ انفاسِ عیسٰی ، ہمنفس کشتہ
چوں چندا بی بی خورشید طالع مہ لقا آمد

قدح از دستِ ساقی نشہ عشق بادہ نوشاں شد
زمی پیمانہ ہا سرشار و میناہا زہا آمد

سلیمانی کند بر تختِ گلشن غنچہ عنبر
چو از شہر سبا ، باد صبائی جانفزا آمد

چو از برجِ حمل رخشید ماہِ اوج محبوبی
بدل اہل طرب را مایۂ نور و صفا آمد[2]

نصیرالدین ہاشمی نے چندا کا سال پیدائش ۱۱۷۸ھ لکھا ہے[3] ، لیکن ماخذ اصلی کا حوالہ نہیں دیا ۔ "تجلیات ماہ لقا" سب سے مستند ماخذ ہے اور اس میں ۱۱۸۱ھ ہی درج ہے ۔ غالباً گوہر ، غلام

---

۱ ۔ گوہر ، غلام صمدانی خاں : حیات ماہ لقا ، ص ۲۰ ۔
۲ ۔ جوہر بیدری : تجلیاتِ ماہ لقا (قلمی) ورق ۹ الف ۔
۳ ۔ نصیرالدین ہاشمی : یورپ میں دکنی مخطوطات ، ص ۵۵۳ ۔

صمدانی خان نے بھی اسی سے استفادہ کیا ہے اور درست سال تحریر کیا ہے ۔

چونکہ یہ لڑکی مدار المہام کی سسرال میں پیدا ہوئی تھی اور صاحب بی صاحبہ کی چھوٹی بہن تھی ، اسی مناسبت سے شاہانہ دھوم دھام سے اس کی پیدائش کی خوشیاں منائی گئیں اور مروجہ رسوم ادا کی گئیں ۔ تولد کے پانچویں روز اور چھٹی شب میں نواب رستم دل خان کی حویلی میں چھٹی کا جشن منایا گیا ۔ حسب فرمان خسروی آصف جاہ ثانی امرائے عظام نے اس میں شرکت کی ۔ غلام سید خان ارسطو جاہ معین الدولہ سہراب جنگ چھٹی کی کھچڑی ہاتھیوں پر بار کر کے لائے اور رسم تہنیت ادا کی ۔

مہتاب بی بی محل احتشام جنگ رکن الدولہ مدار المہام کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی اس لیے راج کنور بائی نے نوزائیدہ کو اپنی بڑی بیٹی کی گود میں ڈال دیا ۔ ڈاکٹر محی الدین قادری[1] زور ، اختر حسین[2] اور نصیرالدین ہاشمی[3] نے مہتاب بی بی کو چندا کی خالہ قرار دیا ہے جو خلافِ واقعہ ہے ۔ متذکرہ تفصیلی حالات سے وضاحت ہو جاتی ہے کہ دونوں بہنیں تھیں ۔ جوہر بیدری نے مہتاب بی بی کا ذکر "تجلیات مہ لقا" میں جہاں کہیں کیا ہے ، انہیں چندا کی "خواہرِ کلاں" ہی لکھا ہے ۔

---

۱ ۔ زور ، ڈاکٹر محی الدین قادری : داستانِ ادب حیدر آباد ، ص ۴۸ ۔

۲ ۔ اختر حسین : مضمون "مہ لقا بائی چندا" مشمولہ مرقع سخن ، ص ۹۶ ۔

۳ ۔ نصیرالدین ہاشمی : دکن میں اردو ، ص ۳۱۵ ۔

چندا بی بی کی ولادت کے بعد میدا بی بی نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرلی ۔ وہ رات دن عبادت و ریاضت میں مصروف رہتیں ۔ پنج گانہ نماز کی سختی سے پابند تھیں ۔ وظائف و اوراد ، تسبیح و تہلیل میں ہر ہر لمحہ گزارتیں ۔ مشائخ و علماء سے کمال اعتقاد تھا ۔ غرض کہ خدا طلبی کا ہر کام انجام دیتیں ۔ ان کی فیاضی و سخاوت سارے دکن میں مشہور تھی ۔ بعض کتب میں ان کے روحانی تصرفات کا بھی ذکر ہے ۔ انھوں نے ۱۹ محرم ۱۲۰۷ھ کو انتقال کیا اور کوہ مولا علی کے پائیں دفن ہوئیں جہاں چندا بی بی نے ایک شاندار مقبرہ تعمیر کروایا جو ابھی تک قائم ہے ۔ لوحِ مزار پر یہ اشعار کندہ ہیں :

کنیزِ شاہِ مرداں راج کنور
سخاوت پیشہ و اخلاق آرا

چو عمل بست ازیں دنیائے فانی
عجب بگذاشت دختر سرو بالا

بخوبی بہتر از لیلٰی و شیریں
خطابش مہ لقا و عرف چندا

برائے انبساطِ روحِ مادر
بنا کرد این مکانِ فرحت افزا

بنائے رحلت او گفت ہاتف
بپاس‌زد خدا این عاجزہ را

چندا بی بی نے اپنی بڑی بہن مہتاب بی بی صاحب جی صاحبہ کی آغوشِ محبت اور مدار المہام کی سرپرستی میں نہایت ناز و نعم سے پرورش پائی ۔ مدار المہام نے ۶ صفر ۱۱۸۹ھ مطابق ۱۷۷۵ء کو

انتقال کیا۔ اس وقت چندا کی عمر صرف آٹھ سال تھی۔ صاحب جی صاحبہ نے اسے کسی بات کی کمی محسوس نہ ہونے دی اور ہر طرح سے اس کی تعلیم و تربیت اور آرام و سکون کا خیال رکھا ، جس کی وجہ سے چندا نے تمام علومِ مروجہ میں کمال حاصل کر لیا ۔ وہ فارسی پر کامل عبور رکھتی تھی ۔ تھوڑی بہت عربی سے بھی واقف تھی ۔ اردو تو اس کی اپنی زبان تھی ۔ ان زبانوں میں اس کا مطالعہ وسیع تھا ۔ اس کے پسندیدہ موضوعات تاریخ اور شاعری تھے ۔ وہ فنِ حرب سے بھی واقف تھی "گھوڑے کی سواری کا بھی شوق تھا ۔ اس میں کامل شہ سوار کی طرح اپنے جوہر دکھلاتی تھی ۔"[۱] آسی کے بیان کی تصدیق قدرت اللہ قاسم[۲] ، عبدالحئی صفا[۳] اور نصیرالدین ہاشمی[۴] نے بھی کی ہے ۔

نواب میر نظام علی خاں آصف جاہ ثانی (۱۱۴۶ھ — ۱۲۱۸ھ) چندا کو بچپن ہی سے بے حد چاہتے تھے ۔ جیسے جیسے وہ بڑی ہوتی گئی ، علوم و فنون سے آراستہ اور خوش مزاجی کے زیور سے پیراستہ ہوتی گئی ۔ نواب کی توجہ بڑھتی گئی ۔ وہ چندا کو اس حد تک عزیز رکھتے تھے کہ سفر اور مہمات میں بھی وہ ہاتھی پر سوار ان کے ہمراہ رہتی تھی ۔ تمام کتبِ تواریخ میں مرقوم ہے کہ مہم کولاس (۱۱۹۶ھ) معرکۂ نرمل (۱۱۹۷ھ) اور مہم پانگل (۱۲۱۷ھ) میں وہ نواب کے ساتھ تھی ۔

---

۱ ۔ آسی ، عبدالباری : تذکرۃ الخواتین ، ص ۳۶ ۔
۲ ۔ قاسم ، قدرت اللہ : مجموعۂ نغز ، ص ۱۷۱ ۔
۳ ۔ صفا ، عبدالحئی : تذکرۂ شمیم سخن ، ص ۸ ۔
۴ ۔ نصیرالدین ہاشمی : دکن میں اردو ، ص ۴۱۵ ۔

نجم الغنی خاں نے "تاریخ دکن" میں تحریر کیا ہے :

"بڑے بیٹے کی موت وغیرہ کے بعد نواب کا مزاج اعتدال سے منحرف رہتا تھا ۔ ارکانِ دولت اور بیگمات محل کے کہنے سے، طبیعت کی درستی کے لیے عیش و عشرت کی طرف مائل ہوئے ۔ دربار میں ہمیشہ ناچ رنگ رہنے لگا ۔ تاریخ خورشید جاہی میں لکھا ہے کہ اکثر آدمیوں نے اپنی لڑکیاں بزروں زیب و زینت کے ساتھ آراستہ کر کے نواب کو پیش کیں ۔ ان میں سے بعض ہی کو نواب سے ہم بستری کا شرف حاصل ہوا ۔ نواب کے عہد میں چندا بائی نام ایک کسبی تھی، نہایت حسین و شکیل۔ ماہ لقا بائی اس کا خطاب تھا ۔ "اختر تاباں" سے معلوم ہوتا ہے کہ چندا اس کا نام اور مہ لقا تخلص تھا ۔ بعض نے چندا تخلص بتایا ہے ۔ گانے بجانے کے فن میں ماہر اور علم موسیقی کی باریکیوں سے واقف تھی ۔ اردو میں صاحبِ دیوان تھی اور اس فن میں ہندوستان میں سب سے پہلی یہ صاحبِ دیوان عورت ہے ۔ اس کو نواب کی خواصوں میں داخل ہونے کی بڑی آرزو تھی مگر نواب نے کبھی دستِ مواصلت دراز نہ کیا ۔ مگر اس کے قدردان تھے اور بہت مہربانی کرنے لگے تھے اور اس سے خوب باتیں کرتے تھے ۔ دربار میں اس کا رقص ملاحظہ کرتے اور چندا سے خوب صحبت رہنے لگی تھی ۔"[1]

اہلِ علم نے اس اقتباس کو ملاحظہ کر کے اندازہ کر لیا ہوگا کہ الفاظ کے طوطے مینا اڑانا اور ہے، تاریخ نویسی کا حق ادا کرنا

---

۱ ۔ نجم الغنی خاں : تاریخ دکن، ص ۳۱۶ ۔ ۳۱۷ ۔

اور ۔ جو مورخین نام اور تخلص کے بارے میں یقین نہیں رکھتے، وہ بیگمات محل کے نواب کو عیش و عشرت پر آکسانے کے عمل سے واقف ہوگئے ۔ چندا کی اس آرزو کا انکشاف کہ نواب کی خواصوں میں داخل ہو جانے اور نواب کا دستِ مواصلت دراز نہ کرنا ایسے سربستہ راز ہیں جو انھی مورخین پر منکشف ہو سکتے ہیں ۔ ان کے علم میں غالباً یہ بات نہیں تھی کہ چندا مدار المہام کی محل کی چھوٹی بہن تھی ۔ اس کی پیدائش پر نواب نے فرمانِ خسروی کے ذریعے جشن کا اہتمام کیا تھا اور ارسطو جاہ کو چھٹی کی کھچڑی لے جانے اور رسمِ تہنیت ادا کرنے پر مامور کیا تھا ۔ اور وہ اس حقیقت کو بھی نظر انداز کر گئے کہ نواب کے بڑے بیٹے میر احمد علی خان عالی جاہ کا انتقال ۱۲۱۰ھ میں ہوا جب کہ چندا کم عمری سے ہی تقربِ شاہی سے سرفراز تھی ۔ اس واقعے سے چودہ برس پہلے مہم کولاس (۱۱۹۶ھ) کے موقع پر بھی وہ نواب کی مصاحب کی حیثیت سے ساتھ تھی ۔ دراصل ان مورخین کے بیانات اس عصبیت کی غمازی کرتے ہیں جو ہر دور میں "کسبی" سے روا رکھی گئی ۔ اس ایک لفظ کو بنیاد بنا کر جس طرح چاہا فسانہ طرازی کر لی ۔ باوجود بے بنیاد باتوں کے ان کا یہ کہہ دینا کہ "نو... نے کبھی دست مواصلت دراز نہ کیا" خود چندا کی پاک... سند ہے ۔

اس واقعہ یہ ہے کہ چندا ایک غیر معمولی عورت نے جس انداز سے پرورش پائی اور تربیت حاصل کی ان ایسے اوصاف حمیدہ پیدا ہوگئے تھے جو شاہوں کے ... ہوتے ہیں ۔ وہ طبعاً خوش مزاج، بذلہ سنج، لطیفہ گو،

شوخ و شریر ، حاضر جواب اور فقرہ باز تھی جس کے ذریعے وہ نواب کو خوش رکھتی تھی ۔ چندا کی موجودگی میں فکر یا غم کی کیفیت نواب پر طاری ہی نہ ہوتی اور پھر علم موسیقی کی وہ ماہر تھی ۔ مبداء فیاض نے اس کی آواز میں جادو کا اثر پیدا کر دیا تھا ۔ خوش وقتی کے لیے جن لوازمات کی ضرورت ہو سکتی ہے ، وہ سب چندا میں موجود تھے ۔ جوہر پیدری نے چندا کے الفاظ نقل کیے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ نواب کا ایک بزرگ اور مربی کی حیثیت سے کس درجہ احترام کرتی اور ان کی ”تربیت و عنایات“ کی کس قدر قائل تھی ۔ وہ لکھتے ہیں :

”چوں حقوق تربیت و عنایات خاندانِ آصفیہ خصوص نوازش و عنایت حضرت غفران مآبؒ برین عاجزۂ بے مقدار چندین سرفرازی ہا ثابت و محقق است لہذا دلِ فدویہ چناں می خواہد کہ تاریخ در مآثر ایام سلطنت آں حضرت بعنوان اجمال کردہ شود ۔“[۱]

نواب آصف جاہ ثانی نے چندا کی خوش مزاجی اور موسیقی میں مہارت کے علاوہ علم مجلسی میں یکتا ہونے کی وجہ سے اس کی قدر کی اور ہمیشہ لطف و کرم کے ساتھ پیش آتے رہے ۔ چنانچہ مہم پانگل (۱۷۹۲ء) سے واپسی کے بعد ایک شاندار جشن کا اہتمام کیا گیا ۔ اس موقع پر امرا رؤسا اور منصب داروں کو خطابات و انعامات سے نوازا گیا ۔ چندا کو بھی ”مہ لقا بائی“ کا خطاب عطا ہوا ۔ ساتھ ہی نوبت اور گھڑیال سے سرفراز کی گئی جو لوازمہ منصب داری

---

۱ ۔ جوہر پیدری : تجلیات مہ لقا (قلمی) ورق ۱

کا ہے - ہر مجرے کے لیے ایک ہزار روپیہ انعام مقرر ہوا - اس الطاف شاہانہ کے بارے میں کسی شاعر نے تہنیتی اشعار کہے :

نوید آمد بہ عالم مہ لقا را
نوازش کرد از نوبت شہنشاہ
ترانہ ساز سالش گفت ناہید
بلند آوازہ نوبت باد دلخواہ
۱۲۱۷ھ

نواب ہی پر موقوف نہیں ، اُس وقت دکن کے امرا و رؤسا کی کوئی محفل ایسی نہ تھی جو چندا کے بغیر مکمل سمجھی جاتی - جن امرا کی مصاحبت کا اسے شرف حاصل رہا ان میں نواب ارسطو جاہ ، ابوالقاسم میر عالم ، راجہ راؤ رمبھا اور راجہ چندو لعل شاداں شامل تھے -

چندا نے اپنی ایک غزل میں نواب ارسطو جاہ کی نوازشوں کا ذکر کیا ہے جس میں وہ اعتراف کرتی ہے کہ اس نے فیل اور بے بہا انعامات تو پا لیے ، اب جاگیر کی طلب ہے - اس غزل کا مقطع ملاحظہ ہو :

مدعا چندا کا ہے یہ اب ارسطو جاہ سے
فیل و زربخشش تو کی جاگیر کا بھی ہو شمار

چندا کچھ عرصہ میر عالم (۱۱۶۶ھ تا ۱۲۲۳ھ) دیوان ریاست کی مصاحبت میں بھی رہی - میر عالم اُس وقت کے جید عالم تھے - فارسی پر کامل عبور رکھتے تھے - فصاحت و بلاغت میں کوئی ان کا ثانی نہ تھا - وہ قدردان علم و فن بھی تھے - وہ چندا کی

خوش طبعی کے علاوہ اس کے حسن ظاہری کے بھی مداح تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایک طویل مثنوی "سراپا" فارسی میں لکھی۔ نصیرالدین ہاشمی[1] نے لکھا ہے کہ اس مثنوی کے جملہ ۹۷ اشعار ہیں، جبکہ ہمیں اس مثنوی کا ایک مخطوطہ ملا ہے جس میں ۲۲۳ اشعار ہیں (یہ اشعار آخر میں درج ہیں)۔

چندا راجہ راؤ رمبھا کی ملازمت میں بھی رہی۔ راجہ کا شمار دکن کے نہایت متمول لوگوں میں ہوتا تھا۔ انہی کی عنایت سے چندا کا دیوان مرتب ہوا تھا۔

ارسطو جاہ اور میر عالم کے بعد راجہ چندو لعل دیوان ہوئے جو اردو کے شاعر بھی تھے اور شاداں تخلص کرتے تھے۔ وہ بھی چندا کے قدردانوں میں تھے اور ساتھ ہی اس کی بے حد عزت بھی کیا کرتے، کیونکہ چندا ان کی محسنہ بھی تھی اور ایش روؤں کی ممدوح بھی۔ چندو لعل کو دیوانِ ریاست کے عہدے تک پہنچانے میں چندا کی سعی وکاوش کا بڑا دخل تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ چندو لعل اس کی مقبولیت سے بے حد متاثر تھے۔ جس داد و دہش، فیاضی و سخاوت کی وجہ سے چندا نے شہرت و مقبولیت حاصل کی تھی اسی کو وطیرہ بنا کر چندو لعل نے ریاست میں اپنا اعتبار قائم کیا۔ ان کی مقبولیت بھی چندا سے کم نہ رہی۔ ایک زمانہ تھا کہ حیدر آباد کا شہر چندو لعل کا شہر کہلاتا تھا۔ امرا کی مصاحبت کے باوجود چندا کی بے راہ روی کی کوئی تاریخی شہادت نہیں۔

۱۔ نصیر الدین ہاشمی: یورپ میں دکنی مخطوطات، ص ۵۵۴۔

اس نے امرا کے ایوانوں میں رقص و موسیقی کے ذریعے سامان انبساط فراہم کیا لیکن وہ ایک نیک اور شریف خاتون کی طرح اپنی نجی زندگی گزارتی تھی ۔ اس کے روزمرہ کے معمولات اور مصروفیات کا تفصیلی حال ''تجلیاتِ ماہ لقا'' اور ''حیاتِ ماہ لقا'' میں درج ہے جس کو پڑھنے سے اس کے کردار اور اس کی سیرت کی صحیح تصویر سامنے آ جاتی ہے ۔

''ماہ لقا بائی جب صبح بیدار ہوتی تو پرستارانِ یاسمن اندام و کنیزانِ سوسن قیام آفتابہ و سیلابچی وضو کے لیے حاضر کرتے تھے ۔ بعد از فراغتِ وضو مصلّی بچھا کر نماز ادا کی جاتی ۔ اس کے بعد وظائف میں مشغول ہوتی اور صحیفۂ کاملہ جناب سیّد الساجدین امام علی زین العابدین علیہ السلام پڑھ کر طلوع آفتاب تک اپنے دل کو جناب کبریا کی طرف رجوع کرتی ۔ بعد ازاں کلام مجید کی تلاوت پیر علی مشہور بہ لاڈلے صاحب سے سنتی ۔ چاشت کے وقت دسترخوان چنا جاتا ۔ اقسام کے کھانے موجود رہتے ۔ وہ کم خوراک تھی ، تھوڑا کھانے کے بعد باقی رفقاء میں تقسیم کر دیا جاتا ۔ اس کے بعد بالا خانے پر قیلولے میں مشغول ہوتی اور چھ گھڑی دن رہے دیوان خانے میں بڑا قالین بچھا دیا جاتا ۔ اس پر مسند آراستہ کی جاتی ۔ منشی ، متصدی ، اہل کارِ کارخانہ حاضر ہو کر افرادِ مداخل و مخارج ملاحظہ گرداتنے ۔ جب اس سے فراغت پاتی تو ایک دو بزرگ قابل و سخندان مجالست کے لیے حاضر ہوتے ۔ چنانچہ کتبِ سیر و دواوین کے مطالعے کا سلسلہ جاری رہتا ۔ شام ہوتی تو نماز مغرب و عشا ادا

کرتی ۔ بعد ازاں فنِ موسیقی کے اساتذہ حاضر ہوتے ۔ رقص و سرود کی تعلیم ہوتی ۔ کنیزانِ مہ پارہ مردنگ و سارنگ و قانون و جلترنگ بجاتے ۔"[1]

چندا کو علم و ادب سے بھی خاص لگاؤ تھا ۔ ڈاکٹر زور ۔ لکھا ہے کہ "چندا کے دولت خانے پر جوہر نے دیکھا کہ وہ اکثر تاریخی کتابوں کے مطالعے میں وقت صرف کرتی تھی اور خاص کر روضۃ الاولیا ، حبیب السیر اس کو زیادہ پسند تھے ۔"[2] علمی شوق کی بنا پر اس نے اپنا ذاتی کتب خانہ قائم کیا تھا جو نہایت شاندار تھا اور مختلف علوم و فنون کی گراں بہا کتب اس میں موجود تھیں۔ نظم و نثر کی جس کتاب کا حال سنتی فوراً اس کی نقل تیار کروا کے کتب خانۂ خاص میں رکھواتی ۔ اس کام کے لیے کئی کاتب ملازم تھے ۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ شوق بڑھتا گیا ۔ علم سے رغبت اور عالموں کی سرپرستی کا جذبہ تھا کہ اس نے غلام حسین خان جوہر پھدری سے دکن کی تاریخ مرتب کروائی ۔ جوہر نے یہ کتاب ان کتابوں کی مدد سے قلم بند کی جو چندا کے کتب خانے میں موجود تھیں ۔ اس کی تکمیل ۱۲۲۳ھ میں ہوئی ۔ ڈاکٹر زور کا بیان ہے کہ چندا کے نام کی مناسبت سے اس کا نام "ماہ نامہ" رکھا گیا ۔ اس کا ایک ناقص الآخر نسخہ ادارۂ ادبیات اردو حیدرآباد دکن میں

---

۱ ۔ گوہر، غلام صمدانی خان : حیات ماہ لقا، ص ۲۹ ۔ ۳۰ ۔ کم و بیش یہی حالات "تجلیات ماہ لقا" ورق ۹ے پر مرقوم ہیں اور نصیرالدین ہاشمی نے "یورپ میں دکنی مخطوطات" میں "تاریخ دل افروز" کے حوالے سے بھی درج کیے ہیں ۔

۲ ۔ زور ، ڈاکٹر محی الدین قادری : تذکرۂ مخطوطات ادارۂ ادبیات اردو ، جلد سوم ، ص ۱۱۸ ۔

محفوظ ہے جس میں صرف آٹھ ابواب ہیں ۔[1] برٹش میوزیم میں اس کی ایک نقل ہے جس کا نمبر بلوم ہارٹ کی فہرست میں ۲۶۲۶۰ ہے اور نام "تاریخ دل افروز" قرار دیا گیا ہے ۔ ہماری نظر میں جو نسخہ گزرا ہے وہ ذخیرۂ مولوی عبدالحق میں ہے ۔ اس کا نمبر م ق ف ۱۳ ہے جو ۵۴۸ صفحات پر مشتمل ہے ۔ اس کا نام "تجلیاتِ ماہ لقا" ہے ۔ اس کے چودہ ابواب ہیں ۔ آٹھواں باب (لمعہ ہشتم) "ذکر ماہ اوج نغمہ سرائی ناہید سپہر سرود سرائی یگانۂ جہانِ سرمائی ، سرو خراماں نازک ادائی ، گلِ حدیقۂ رعنائی ، ثمر بستانِ میرزائی ، صبح بہار تبسم ، غنچۂ گلزار تکلم ، پری پیکر ، قمر لقا ، خجستہ منظر ، نرخندہ نوا ، سرآمد خوب رویانِ خلقتِ آفریدگار و بہوشان روزگار ، سرو جوئبارِ دلبری ، یکہ تازِ میدانِ سخن پروری ، سرِ لوحِ دیباچۂ محبوبی ، ماہ فلک خوبی ، چندا بی بی المخاطب ماہ لقا بائی سلمہ اللہ تعالیٰ" کے بارے میں ہے ۔ ہر باب میں متعدد سرخیاں ہیں ۔ "تجلیات ماہ لقا" کا قلمی نسخہ نہایت بوسیدہ ہو چکا ہے ۔ اسے محفوظ کرنے کی کوشش نہ کی گئی تو سال دو سال میں ہاتھ لگانے کے قابل بھی نہ رہے گا یہ کسی کم سواد اور بد خط کاتب کا لکھا ہوا ہے جس کے متن کو پڑھنا اور سمجھنا آسان نہیں ۔

اس کے سببِ تالیف کے بارے میں جوہر نے چندا کا بیان درج کیا ہے :

"چوں حقوق تربیت و عنایت خاندان آصفیہ خصوص نوازش و عنایت حضرت غفران مآب بریں عاجزۂ بے مقدار بچندیں سرفرازی ہا

---

۱ ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "تذکرۂ مخطوطات ادارۂ ادبیات اردو" مرتبہ ڈاکٹر محی الدین قادری زور ، جلد سوم ، ص ۱۱۸ تا ۱۲۱ ۔

ثابت و محقق است لہذا دل فدویہ چناں میخواہد کہ تاریخ در مآثر ایام سلطنت آعضرت بعنوان اجمال کردہ شود در ذیل آں بعد از ذکر ارکان و اعیان و امرائے عہد ذکر این عاجزہ ہم طراز و اساں یاد فرمائی و یادگاری ما باشد۔"

اس تاریخ کی تیاری میں غلام حسین خاں جوہر نے جن کتابوں سے مدد لی ان میں یہ سب شامل ہیں: روضۃ الاولیا، روضۃ الاحباب، نورس نامہ، تاریخ فرشتہ، تاریخ مرآۃ العالم، اقبال نامۂ جہانگیری، اکبر نامہ، مآثر الامراء، تاریخ فتحیہ، تاریخ خافی خاں، چار چمن، سوانح دکن، تاریخ ہفت اقلیم، شاہ نامہ، توزک تیموری، تاریخ بہمنی، تاریخ قطب شاہی، زبدۃ التواریخ، حبیب السیر، شاہجہاں نامہ، وغیرہ اور یہ تمام کتابیں چندا کے کتب خانے میں موجود تھیں۔[1]

۱۔ ضروری ہے کہ یہاں غلام حسین خاں جوہر کے بارے میں بھی ضروری معلومات درج کر دی جائیں:

غلام حسین خاں بیدر کے رہنے والے تھے۔ دکن کے بہت بڑے ادیب اور مورخ اور آصفی خاندان کے موروثی منصب دار تھے۔ ۱۱۸۷ھ میں میر موسٰی خاں رکن الدولہ دیوان دکن کے رفیق اور ملازم ہوئے۔ ۱۱۹۰ھ میں غلام سید خاں مشیر الملک ارسطو جاہ کے حضور باریاب ہوئے اور میر منشی مقرر کیے گئے۔ ارسطو جاہ راز کے تمام کام انھی سے لیا کرتے۔ ۱۲۰۵ھ میں پانگل اور سری رنگ پٹن کی مہمات میں ان کے ساتھ رہے۔ جنگ کھرڈلہ کے بعد بیدر میں خانہ نشین ہوگئے۔ تصنیف و تالیف اور فارسی شاعری سے اپنا دل بہلانے لگے۔ سیر، حدیث اور مناقب کے موضوعات پر کتابیں لکھیں۔ مثلاً مہر و ماہ (غیر منقوطہ) مہر لامع، ماہ ساطع۔ کئی رسالے علم رمل، اصول نجوم، مقدمات ہیئت اور ہندسہ میں تحریر کیے۔ جس زمانے میں حیدر آباد میں مہاراجہ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

چندا کے معاملے میں دست قدرت نے انتہائی فیاضی کا ثبوت دیا تھا - وہ پاکیزہ ذوق کی حامل ہونے کے ساتھ ساتھ حسن ظاہری اور خوش آوازی میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی - بزرگوں سے سنا ہے کہ مومن کا یہ شعر واقعی اس پر صادق آتا تھا :

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

چندو لعل کا طوطی بول رہا تھا ، ان کی شہرت سن کر بیدر سے حیدر آباد آئے - مرزا بیدل کی طرز میں ایک اردو قصیدہ اور ایک مخمس پیش کیا - چندو لعل نے جوہر کو اپنے دربار کے شعرا میں شامل کر لیا -

مہاراجہ کے ہاں ایک محفل میں چندا سے ملاقات ہوئی - اس سے قبل ۱۱۹۷ھ میں تسخیر نرمل کے موقع پر جوہر ، ارسطو جاہ کے ساتھ تھے اور چندا بھی وہاں نواب آصف جاہ ثانی کے ساتھ آئی تھی - دونوں کا باہمی تعارف ہو چکا تھا - انھوں نے ۲۸ سال بعد ۱۲۲۵ھ میں چندا کو مہاراجہ کی محفل میں دیکھا تو حسن صورت و حسن سیرت کے اعتبار سے ماہ کامل ہو چکی تھی - جوہر کا چندا کے محل میں آنا جانا ہو گیا - پھر بعض مجبوریوں کی وجہ سے جوہر بیدر لوٹ گئے جہاں انھوں نے کئی برس پریشانی اور عسرت میں بسر کیے - ۱۲۲۸ھ میں چندو لعل نے اپنے فرزند کی شادی پر مدعو کیا تو حیدر آباد آئے - ایک تہنیت نامہ پیش کیا اور اپنی ایک تصنیف تحفۃ الہند نذر کی - اس میں ہندوستان اور دکن کے راجاؤں اور بادشاہوں کے احوال درج ہیں -

۱۲۲۸ھ کے بعد جوہر کا چندا کے ہاں زیادہ آنا جانا ہوگیا - ایک روز شام جب اہل علم کا مجموعہ تھا ، چندا نے جوہر سے کہا کہ کیوں نہ آپ میرے نام پر ایک باتصویر تاریخی کتاب قلم بند کریں جس میں خصوصیت سے خاندان آصفیہ اور امراء اور ارباب کمال کے حالات درج ہوں - اس مطالبے پر جوہر نے یہ تالیف مکمل کی - اصل نسخے میں تصاویر بنی تھیں جنھیں مشہور مؤرخ خافی خاں کے پوتے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

اس غیرت ناہید کی ہر تان ہے دیپک
شعلہ سا لپک جائے ہے آواز تو دیکھو

چندا نے کم عمری سے ہی رقص و موسیقی کی باقاعدہ تعلیم کا آغاز کر دیا تھا۔ اگرچہ ان یکتائے زمانہ ماہرین و اساتذۂ فن کا نام تاریخ میں محفوظ نہیں جن سے اس نے ابتداء میں فیض پایا البتہ بعد کے زمانے میں استاد خوشحال خان کلاونت سے فن کی باریکیوں پر بحث مباحثے کیا کرتی تھی۔ غلام صمدانی خان گوہر لکھتے ہیں ''گو خود علم موسیقی میں کامل الفن تھی لیکن پھر بھی خوشحال خان کلاونت سے اوس کے نکات دقیقہ دریافت کیا کرتی تھی۔''[1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

سید غلام حسین خاں ولد سید غلام علی ابن سید لطیف علی خان ذوالفقار جنگ مشیر الدولہ نے تیار کیا تھا۔ سید غلام حسین خاں، فتح علی خاں قاچار والئی ایران کے دربار میں بارہ سال ملازم رہے تھے۔ وہاں انھوں نے مصوری، شبیہ کشی اور خوشنویسی کے جوہر دکھلائے۔ ۱۲۲۰ھ میں وہ وارد حیدر آباد ہوئے تھے۔ تالیف تاریخ کے وقت وہ دکن ہی میں تھے۔ جن تین مخطوطات کا حال ہمیں معلوم ہوا ہے ان میں سے کسی میں بھی یہ تصاویر شامل نہیں۔ غلام حسین خاں جوہر کی لکھی ہوئی تاریخ کے تین مخطوطات کا حال ملتا ہے۔ ادارۂ ادبیات اردو میں ''ماہ نامہ''، برٹش میوزیم میں ''تاریخ دل افروز'' اور ذخیرۂ عبدالحق میں ''تجلیات ماہ لقا'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ مصنف کی صراحت کے مطابق ''ماہ نامہ'' ہی اصل نام ہے۔

۱۔ گوہر، غلام صمدانی خاں: حیات ماہ لقا، ص ۳۰۔
خوشحال خاں کے والد کریم خاں تھے۔ ان کا تعلق گوت کھنڈارا سے تھا جو راجپوتوں کا ایک فرقہ ہے اور علم موسیقی میں درجۂ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

چندا اپنے عہد کی متمول ترین عورت تھی ۔ اس کے مزاج میں نیانتی اور خدا ترسی بھی تھی ۔ وہ زندگی بھر سونے چاندی میں کھیلتی رہی ، زر و جواہر بے دریغ لٹاتی رہی ، پھر بھی اس کے خزانے کبھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کمال پر فائز رہا ہے ۔ اس فرقے کے لوگوں نے جلال الدین اکبر کے زمانے میں اسلام قبول کیا تھا۔ اور بعض افراد کو خطاب خانی اور منصب ملا تھا ۔ انھیں کلاونت کہا گیا ۔ میاں تان سین بھی اسی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے ۔ ان کی اولاد میں میاں نعمت خان گزرے ہیں جو سدا رنگ اور ثانی تان سین کہلاتے تھے۔ محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں وہ منصب پنج ہزاری و خطاب خانی سے سرفراز ہوئے ۔ انھیں محمد شاہ سے اس قدر تقرب حاصل تھا کہ ان کی باریابی کے لیے کسی اجازت کی ضرورت نہ تھی ۔ ان کے پانچ سو شاگرد تھے جن میں کریم خان بھی شامل تھے جو تان سین کی دختر کی نسل سے تھے ۔ کریم خان کو علم موسیقی کی وجہ سے ہندوستان گیر شہرت حاصل تھی جس سے متاثر ہوکر حیدر علی والئی کرناٹک نے اپنے دربار کے ماہر موسیقی حلیم خان افغانی سے مقابلے کی دعوت دی ۔ کریم خان جب مقابلے کے لیے پہنچے اور انھیں پتہ چلا کہ حلیم خان افغانی محض مبتدی ہے تو وہ مقابلے سے کنارہ کش ہوگئے ۔ کرناٹک سے لوٹتے ہوئے حیدر آباد پہنچے ۔ راجہ چندو لعل کے اعام بھوانی داس اور رکھسناتھ داس کے ہاں ملازمت اختیار کی ۔ وہاں نو سال ملازم رہے ۔ بعد میں نواب شکوہ جنگ داماد ہمشیرۂ نواب غفران مآب میر نظام علی خان کے دامانِ دولت سے دس برس وابستہ رہے۔ کریم خان نے حیدر آباد ہی میں رحلت کی ۔ ان کی قبر بھی کوہ مولا علی کی گزرگاہ پر ہے ۔ ان کی اولاد میں رضا خان اور خوشحال خان دولتِ موسیقی کے وارث ہوئے۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ دکن میں ان کے قدردان نہیں ہیں ، خوشحال خان نے واپس ہونے کا ارادہ کیا ۔ جیسے ہی چندا کو علم ہوا :

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

خالی نہیں ہوئے۔ اس کے معمول کا اندازہ اس حقیقت سے کیا جا سکتا ہے کہ شاہانہ زندگی گزارنے اور داد و دہش میں لاکھوں لٹانے کے باوجود جب اس کا انتقال ہوا تو جاگیر، باغات اور عمارات کے علاوہ صرف نقد و جنس کی قسم میں ایک کروڑ سے زاید تھا۔ جاگیر میں مواضعات پنپال، سیدپلی، حیدر گوڑہ، چندا پیٹھ، نلے پیٹھ، مقطعہ علی باغ اور مقطعہ اڈی کمیٹ شامل تھے۔ یہاں یہ صراحت دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ اب جس جگہ مخزنِ علم جامعہ عثمانیہ کی وسیع و عریض عمارات پھیلی ہوئی ہیں وہی خطہ اراضی ہے جو کبھی چندا کی ملکیت تھا اور مقطعہ اڈی کمیٹ کہلاتا تھا۔

اس کی اپنی ایک سرکار تھی جس میں پانچ سو سپاہی اور برق انداز ہمہ وقت مستعد دروازے پر موجود رہتے۔ اس کا عالی شان محل ایلچی بیگ کی کمان میں واقع تھا جس کے تمام طاق و رواق، سقف و کنگر مذہّب و مطلا تھے۔ اس سے متصل مسجد اور روبرو عاشورہ خانہ تھا۔ چونکہ اس کی ڈیوڑھی میں اکثر رقص و موسیقی کی محفلیں جما کرتی تھیں اس لیے بہ پاس ادب اس نے محل کے محاذی کچھ فاصلے پر عاشور خانہ تعمیر کروایا تھا جس کے سامنے ایک نقار خانہ بھی تھا۔ عاشور خانے میں نہ تو وہ بغیر وضو جاتی اور نہ کسی کو بغیر وضو جانے کی اجازت تھی۔ یہ عاشور خانہ وہی ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

"ماہ برج خوبی زہرۂ فلک محبوبی چندا بی بی المخاطب بہ ماہ لقا بائی بمقتضائے قدردانی سائر عزیمت ہند شد۔ خوشحال خان نظر بر قدردانی و صحبت با معنی این عجوبۂ روزگار در حویلی خاصہ سکونت رفت۔ اگرچہ راجہ چندو لعل بہادر بہ جمعیت پنجاہ سوار نواختہ اند لیکن سکونت خان مذکور نزد بی بی موصوف است۔"

جو اب پرانی حویلی کا عاشور خانہ کہلاتا ہے۔ اب بھی ہر سال دوران عشرہ نظام کے خرچ پر علم ایستادہ ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ حال ہی میں اس کے ایک حصے میں انوار العلوم گرلز اسکول قائم ہو گیا ہے۔

چندا کو تعمیرات کا بھی بے حد شوق تھا۔ زمانۂ حیات ہی میں اس نے اپنے لیے ایک عالی شان مقبرہ مع مسجد و دیگر عمارات کوہ مولا علی کے دامن میں دو لاکھ روپے کے صرفے سے اپنی نگرانی میں تعمیر کروایا تھا جو اس کی ماں کے مقبرے سے متصل ہے۔ بارگاہ مولا علی کا پخته دالان، اس کے راستے میں حوض موسومہ "فی سبیل اللہ" بھی اسی کی یادگار ہے۔ اس حوض کی تعریف میں کسی شاعر نے کہا ہے:

انتخاب زمانہ ماہ لقا
در جہاں شد بکارِ خیر کفیل
سالِ ایں چشمہ خضر گفت ہمیں
باد جاری بآب فیض سبیل

۱۲۱۸ھ

جیسا کہ اوراق ما قبل میں بیان ہوا، چندا کی نجی زندگی پاکبازی کا نمونہ تھی۔ وہ نماز روزے کی سختی سے پابند تھی اور تلاوت کلام پاک سے روح کو تسکین دیتی تھی۔ عقیدے کے لحاظ سے اس کا رجحان اہل تشیع کی طرف تھا۔ حضرت علی علیہ السلام سے بے انتہا عقیدت رکھتی تھی اور ان کا عرس نہایت اہتمام سے منایا کرتی۔ دکن میں عہد قطب شاہیہ سے حضرت امیر علیہ السلام کا عرس کوہ شریف پر

۱ ۷ رجب کو ہوتا ہے۔ اس موقع پر لاکھوں مرد و زن جمع ہوتے ہیں۔ ایام عرس شریف میں چندا کوہ شریف پر حاضری دیتی۔ ہر گروہ کے مشائخ و فقراء کے ساتھ حسنِ سلوک کرتی۔ چار روز تک دن میں دو مرتبہ انواع و اقسام کے کھانے اس کے مطبخ سے پک کر آتے اور اجتماع میں تقسیم کیے جاتے۔ جب بعد عرس فقراء رخصت ہوتے تو ایک سے پانچ روپے تک فی کس اور مشائخ کو پچاس سے سو روپے تک فی کس دیتی۔ اسی نوع کا اہتمام عشرۂ ایام کے دوران میں ہوتا تھا۔ وہ اپنے قائم کردہ عاشور خانے میں علم ایستادہ کرتی اور وہاں روزانہ مجالس برپا ہوتیں۔ حیدر آباد میں عاشور خانے لا تعداد ہیں۔ اس کے باوجود وہ ہر عاشور خانے کے لیے نذرانے بھیجا کرتی۔ حضرت علی اور پنج تن پاک سے عقیدت کا اظہار اس کی غزلوں میں بھی ہے۔ اس کی زیادہ تر غزلیں ایسی ہیں جن کے مقطعے میں حضرت علی کا ذکر ضرور ہے۔

جہاں ماہ رجب میں وہ جشنِ حیدری مناتی وہیں ۱۱ ربیع الاول کو حضرت سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کی نیاز بھی نہایت خلوص و اہتمام سے کرتی تھی۔

حیدر آباد دکن میں "کھٹ درسن" کے نام سے زمانہ قدیم سے ایک میلہ ہوا کرتا ہے۔ چندا چونکہ ریاست کی عوامی زندگی میں گھل مل کر رہنا چاہتی تھی اس لیے میلے کے سلسلے میں بھی غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کرتی اور تمام انتظامات نہایت اعلیٰ پیمانے پر کیا کرتی۔ میلے کے موقع پر فقراء، حفاظ، قراء اور مشائخ دور دور سے آتے۔ چندا کی طرف سے ان میں سے ہر ایک فرد کے لیے نام بہ نام ایک سیر مٹھائی بھجوائی جاتی۔ میلے کے دوسرے دن تمام فقرائے آزاد،

قادری و چشتی و رفاعی مدعو ہوتے اور ان کے لیے پر تکلف ضیافت کا اہتمام ہوتا ۔ اس روز سو سو کوس کے فقیر جمع ہوتے ۔ تیسرے دن مساکین و معذورین جمع ہوتے جن کی تعداد ستر پچھتر ہزار ہوتی ۔ چوتھے روز جوگی اور بیراگی آیا کرتے ۔ چندا ہر روز آنے والوں کی خوب خاطر مدارات کرتی ۔ لاکھوں افراد کے خورد و نوش کا تمام تر خرچہ وہی برداشت کرتی ۔

چندا کی ادب دوستی ، علم پروری ، شاعر نوازی اور مہمان نوازی کے چرچے دور دور تک ہوتے تھے جس کی وجہ سے صرف اسی کی نہیں بلکہ دکن کی نیک نامی میں بھی اضافہ ہوا ۔ آصف جاہ ثانی ، ارسطو جاہ اور چندو لعل کے بعد وہی تھی جس نے علم و ادب کی شمع روشن رکھی ۔ اطراف و جوانب سے آنے والوں کی وہ خاطر خواہ اعانت کرتی ۔ باہر سے آنے والے شاعروں میں خصوصیت سے حافظ تاج الدین مشتاق کا ذکر ملتا ہے جو خواجہ میر درد کے ارشد تلامذہ میں شامل تھے ۔ وہ جب حیدرآباد پہنچے تو ان کے فضل و کمال کی وجہ سے چندا نے انھیں اپنے ہاں ٹھہرایا اور سفارش کر کے چندو لعل سے دو صد روپیہ ماہوار تنخواہ مقرر کروائی ۔ وہ اپنے ہاں ٹھہرنے والے مہمانوں کا خاص خیال رکھتی تھی ۔ اس کے کردار اور سیرت کی وجہ سے کبھی کسی کو خیال بھی نہ ہوتا کہ وہ کسی "طوائف" کے گھر ٹھہرے ہوئے ہیں ۔

چندا کی علم دوستی اور ادب نوازی کی ایک مثال غلام حسین خاں جوہر بیدری مؤلف تاریخ ماہ نامہ کی سرپرستی بھی ہے ۔ جن دنوں جوہر انتہائی پریشان حال تھے اور تیس افراد خاندان کا بار ان پر تھا چندا نے ان کی سرپرستی کی ۔ اپنے محل میں ٹھہرا کر ان سے تاریخ

لکھوائی اور زرِ خطیر معاوضے کے طور پر دیا۔ اس کتاب کے لیے تصویریں بنانے والے مصور سید غلام حسین خاں کے ساتھ بھی اسی نوع کا حسن سلوک کیا۔

شاعروں اور ادیبوں کے علاوہ اس نے ہر نوع کے اہلِ کمال کی دستگیری کی۔ دل شکستہ خوشحال خاں کلاونت جب ہر طرف سے مایوس ہو کر دکن سے مراجعت کا ارادہ کر رہے تھے تو چندا نے ان کو روک لیا۔ وہ باقی عمر چندا کے محل میں رہے اور وہ سارے اخراجات کی کفیل رہی۔ ان کے ذمے کوئی باقاعدہ کام نہ تھا۔ وہ چندا کی موسیقی کی محفلوں میں شریک ہوا کرتے اور کبھی کبھار وہ فن کی باریکیوں کے بارے میں ان سے استفسار کر لیا کرتی۔ چندا نے زنانی پھاٹک کے اندر ایک سربفلک مسجد "خوشحال خاں کی مسجد" کے نام سے بنوائی جو اب تک موجود ہے۔

چندا نہایت زندہ دل، خوش مزاج اور فقرہ باز عورت تھی۔ وہ علم مجلسی سے خوب واقف تھی۔ اسی باعث آصف جاہ ثانی اور ان کے امرا اس کے قدردان تھے۔ حاضر جوابی میں اس کا جواب نہ تھا۔ اس سلسلے میں چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

ایک دفعہ چندا دربار شاہی میں پہنچی تو اس کے پلّو سے ایک جوتی الکی رہ گئی۔ ایک امیر دربار نے از راہ مذاق کہا "بائی جی صاحبہ! آپ کا جوڑا تو آپ کے ساتھ رہتا ہے" ۔ چندا نے فوراً جواب دیا "واقعی ہم غریبوں کا جوڑا ہمارے ساتھ ہی رہتا ہے مگر آپ جیسے امیروں کا خدمت گاروں کی بغل میں رہتا ہے"۔

ایک بار چندا کی سواری راستے سے گذر رہی تھی۔ چار مینار کے متصل پالکی سے چونے کی ڈبیا نیچے گر پڑی۔ کسی طرار فقرہ باز

نے کہا "بائی جی کا الٹا گر گیا" ۔ چندا نے اسے جواب دیا "اور گرتے ہی بانگ دینے لگا۔"

ایک مرتبہ چندا دربار خسروی میں حاضر تھی ۔ نواب بہرام الملک بہادر بھی موجود تھے جو نہایت قوی ، ہیبت ناک اور عظیم الجثہ تھے ۔ ان کے چار صاحبزادے بھی ساتھ ہی تشریف رکھتے تھے ۔ نواب بہرام الملک نے کہا "بائی جی صاحبہ! آپ نے ان شیر بچوں کو دیکھا؟" چندا نے کہا "ہاں نواب صاحب! شیر بچوں کو تو دیکھ لیا مگر تعریف کے لائق تو وہ کوکھ ہے جس سے یہ شیر بچے برآمد ہوئے ہیں"۔

چندا کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کے حسن کی وجہ سے اس وقت کے بلند مرتبت لوگوں نے اس کے بارے میں جو کلمات کہے وہ یادگار ہیں ۔

نواب میر نظام علی خان آصف جاہ ثانی نے اس کے بارے میں فرمایا تھا "مانند ماہ لقا بائی دیگرے بہ این کمالات پیدا شدن مشکل است" ۔[۱]

ابوالقاسم میر عالم دیوانِ ریاست کے اقوال بھی تاریخ میں محفوظ ہیں "جلیس با تمیز بہ این جدت طبع و رسائیِ فہم مثل ماہ لقا بائی کم دیدہ شد" ۔[۲] "تلمیذے برسائیِ فہم و ذکاوتِ طبع و جدتِ

---

۱ ۔ اختر حسین : مضمون "ماہ لقا بائی چندا" مشمولہ مرقع سخن ، ص ۸۶ ۔
۲ ۔ ایضاً ۔

مزاج در زمرۂ تلامذۂ خود مثل ماہ لقا ندیدہ ام"۔[۱]

غلام صمدانی خاں گوہر لکھتے ہیں "باوصف سامان ثروت و حشمت ماہ لقا بائی کا اخلاق اور تواضع بہت بڑھا ہوا تھا۔ اکتساب علم کے لیے اکثر فصحا ، علما ، شعراء کی صحبت رہتی تھی۔ چونکہ طبیعت موزوں تھی اس لیے ضلع جگت میں طاق ، لطیفہ گوئی اور حاضر جوابی میں شہرۂ آفاق تھی۔ محاورہ درست اور روزمرہ بہت چست تھا۔ ہمیشہ مکمل لباس سے آراستہ و پیراستہ ہروقت طلبی حضور میں حاضر رہتی۔ باقی اوقات کتبِ سیر و کتبِ متداولہ کے مطالعے میں گذارتی"۔[۲]

ماہ لقا نے زندگی بھر شادی نہیں کی ، البتہ اس کی پروردہ تین سو کنیزیں اور متعدد خانہ زاد تھے۔ ان کنیزوں میں حسین افزا اور حسین لقا نے اپنے حسن و جمال اور کمال رقص و موسیقی کی وجہ سے بے حد شہرت حاصل کی۔ مرتبین "مملکت آصفیہ" جلد دوم نے حسین لقا کو ماہ لقا کی بیٹی قرار دیا ہے[۳] جو درست نہیں ہے۔

چندا کے سالِ وفات کے بارے میں بھی غلط روایات عام ہیں۔ "گلزار آصفی" مولفہ غلام حسین خاں میں سالِ رحلت ۱۲۳۶ھ کو قرار دیا گیا ہے۔ اسی کی تقلید نصیرالدین ہاشمی نے "دکن میں اردو" اور غلام صمدانی خاں گوہر نے "حیاتِ ماہ لقا" میں کی ہے۔ صحیح سال کی تصدیق اس کے مقبرے پر کندہ اس شعر سے ہوتی ہے :

۱۔ اختر حسین : مضمون "ماہ لقا بائی چندا" مشمولہ سرقع سخن ، ص ۸۶۔
۲۔ گوہر ، غلام صمدانی خاں : حیات ماہ لقا ، ص ۲۵۔
۳۔ ادارۂ محبان دکن : مملکت آصفیہ ، جلد دوم ، ص ۲۳۱۔

ہاتفِ غیبی ندا داد بتاریخ
راہی جنت شد ماہ لقائے دکن
۱۲۴۰ھ

چندا کا سالِ وفات ۱۲۴۰ھ ہے۔ اس نے اپنی زندگی ہی میں مقبرہ تعمیر کروا لیا تھا جو کوہ مولا علی کے پائیں ہے۔ وہ وہیں آسودۂ خوابِ ابدی ہے۔ اس کی موت کے بعد چونکہ کوئی وارث نہیں تھا اس لیے اس کی تمام جائیداد بحقِ سرکار ضبط کرلی گئی تھی۔ بعد میں کچھ حصہ اس کی کنیزوں میں تقسیم کیا گیا۔ حسین لقا کے حصے میں جو جائیداد آئی اس میں وہ وسیع و عریض مکان بھی تھا جس میں اب نام پلی گرلز ہائی اسکول قائم ہے۔

چندا شاعرہ بھی تھی اور اس کا فن اکتسابی نہیں بلکہ ذوق اور فطرت کا آفریدہ تھا۔ جس ماحول میں اس نے زندگی گزاری وہاں رات دن علم و ادب کے چرچے اور شعر و شاعری کی محفلیں آراستہ ہوا کرتیں۔ یہ ماحول کسی کو موزوں طبع بنانے کے لیے کافی تھا، جبکہ چندا میں یہ خصوصیات وہبی تھیں۔ ماحول نے انہیں جلا ضرور بخشی۔

شاعری میں وہ کس کی شاگرد تھی؟ یہ متنازعہ مسئلہ ہے۔ جہاں تک شاعروں کے تذکروں اور ادبی تواریخ کا تعلق ہے سب اسے بالاتفاق شیر محمد خاں ایمان کا شاگرد بتلاتے ہیں۔ قدرت اللہ قاسم اس کے ہم عصر تذکرہ نویس ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ "دیوانے مختصر مشتمل بیشترے از انواعِ سخن دارد و عروسانِ فکرِ خود از نظرِ (شیر) محمد خاں ایمان می گزارد۔"[1]

۱۔ قاسم، قدرت اللہ: مجموعۂ نغز (مرتبہ حافظ محمود شیرانی) ص ۱۸۱۔

غالباً یہ پہلا تذکرہ ہے جس میں چندا کو ایمان کا شاگرد لکھا گیا ہے۔ بعد کے تمام تذکرہ نویسوں نے اسی کی تائید کی ہے۔ قدرت اللہ قاسم نے اطلاع دی ہے کہ اس کے دیوان میں ''انواعِ سخن'' شامل ہیں حالانکہ یہ درست نہیں۔ چندا سے منسوب صرف غزلیں ہیں۔ ایک دیوان ہے جس میں ۱۲۵ غزلیں ہیں۔ اس کے علاوہ اس کا کوئی کلام کسی صنف سخن سے متعلق نہیں ہے۔ مندرجہ بالا اقتباس مجموعۂ نغز کے اس مطبوعہ نسخے سے نقل کیا گیا ہے جسے پروفیسر حافظ محمود شیرانی نے مرتب کیا ہے۔ انھیں اس کا جو مخطوطہ ملا وہ کرم خوردہ تھا اور جگہ جگہ عبارت ضائع ہو گئی تھی۔ اسے حافظ صاحب نے اپنے قیاس کی بنا پر مکمل کر کے قوسین میں درج کیا ہے۔ متذکرہ جملے میں ایمان کے نام کا ایک جزو قوسین میں (بشیر) لکھا ہے۔ غالباً یہ کتابت کی غلطی ہے۔ ایمان کا نام شیر محمد خان تھا۔ اس کی تصدیق نہ صرف دیگر تذکروں سے ہوتی ہے بلکہ مجموعۂ نغز کے صفحات ۹۴، ۹۵ اور ۹۶ سے بھی ہوتی ہے۔

قدرت اللہ قاسم کی پیروی میں دیگر تذکرہ نگاروں نے بھی چندا کو ایمان کا شاگرد بتلایا ہے۔ عبدالحئی صفا لکھتے ہیں:

''چندا — طوائف، باشندۂ دکن، عالمگیر ثانی بادشاہ دہلی کے عہد میں تھی۔ شیر محمد خان ایمان سے مشورۂ سخن رکھتی تھی''۔[1]

''شیر محمد خان المتخلص بہ ایمانؔ جو حیدر آباد کے ایک نہایت مشہور اور اپنے وقت کے مستند ریختہ گو تھے۔ اس کے

1۔ صفا، عبدالحئی: تذکرۂ شمیم سخن، ص ۸۔

(چندا کے) استاد تھے۔"[1]

"چندا، ایمان سے مشورۂ سخن کیا کرتی"۔[2]

"چندا عہد ارسطو جاہ کے سب سے بڑے حیدرآبادی استاد سخن ایمان کی شاگرد تھی، اور انھی کے رنگ میں لکھتی تھی۔"[3]

"چندا کی علمی قابلیت بہت اچھی تھی۔ موسیقی کے ساتھ شعر کہنے کا شوق تھا۔ شیر محمد خاں ایمان سے اصلاح لیتی تھی۔"[4]

"شعر و شاعری میں ایمان کے شاگردوں کی فہرست خاصی طویل ہوگی لیکن ان کے ممتاز شاگرد جنھوں نے اپنے کمالِ فن سے استاد کا نام روشن کیا وہ قیس، حفیظ اور چندا ہیں۔ یہ تینوں صاحبِ دیوان ہیں۔"[5]

ہماری نظر سے ایمان اور چندا کے غیر مطبوعہ دواوین گزرے ہیں۔ ان میں کوئی داخلی شہادت ایسی نہیں ملتی جس سے یہ مسئلہ حل ہو سکے۔ عام روایت کے برخلاف غلام صمدانی خان گوہر نے ابوالقاسم میر عالم کے بیان کے حوالے سے چندا کو ان کا شاگرد قرار دیا ہے۔ میر عالم نے چندا کی تعریف میں کہا تھا کہ:

۱۔ آسی، عبد الباری: تذکرۃ الخواتین، ص ۶۴۔
۲۔ اصغر حسین: مضمون "ماہ لقا بائی چندا" مشمولہ مرقع سخن، ص ۸۸۔
۳۔ زور، ڈاکٹر محی الدین قادری: داستان ادب حیدرآباد، ص ۹۹۔
۴۔ نصیرالدین ہاشمی: دکن میں اردو، ص ۵۱۴۔
۵۔ سید محمد، پروفیسر: دیباچہ ایمان سخن ص ۲۲۔

"تلمیذے برسائی فہم و ذکاوتِ طبع و جدتِ مزاج در زمرۂ تلامذۂ خود مثل ماہ لقا ندیدہ ام ۔"

اسی حوالے سے وہ لکھتے ہیں کہ :

"ماہ لقا بائی کو میر عالم بہادر کی شاگردی کا فخر حاصل تھا ۔ چنانچہ خود بہادر موصوف کو اس کی شاگری کا اعتراف تھا ۔"[1]

گوہر نے چندا کا جو دیوان مرتب کر کے شائع کروایا ہے اس کے سر ورق پر بھی اس امر کا اظہار کیا ہے ۔

"ماہ لقا بائی چندا تلمیذ از نواب میر عالم مدار المہام

چندا کو ایمان کا شاگرد بتانے والوں نے کسی مستند ماخذ کا حوالہ نہیں دیا ہے جبکہ میر عالم کی شاگردی کے سلسلے میں خود ان کا بیان موجود ہے اس لیے اسے درست نہ ماننے کی بظاہر کوئی وجہ دکھائی نہیں دیتی۔ ڈاکٹر زور نے "داستانِ ادب حیدرآباد" میں چندا کو ایمان کا شاگرد بتلایا ہے لیکن ساتھ ہی وہ شبہ کا اظہار کرتے ہوئے یہ بھی لکھ دیتے ہیں کہ "میر عالم بھی اسے اپنا شاگرد کہا کرتے تھے ۔"[2]

تمام تذکرہ نگاروں نے چندا کو اردو کی پہلی صاحبِ دیوان شاعرہ قرار دیا ہے ۔

"عورتوں میں سب سے پہلے اردو میں اسی عورت نے اپنا

---

۱ - گوہر ، غلام صمدانی خاں : حیات ماہ لقا ، ص ۲۵ ۔

۲ - زور ، ڈاکٹر محی الدین قادری : داستان ادب حیدرآباد ، ص ۹۹ ۔

دیوان جمع کیا تھا" ۔[1]

"ان سب باتوں کے علاوہ بڑی فوقیت جو شاعرہ ہونے کی حیثیت سے اس کو حاصل تھی وہ یہ تھی کہ جیسے ریختہ گویوں میں فرقہ ذکور میں ولی کو سب سے پہلے ترتیبِ دیوان کا شرف حاصل ہے ، اسی طرح طبقہ اناث میں ریختہ کی سب سے پہلی صاحب۔ دیوان یہی گذری ہے ۔"[2]

(ولی کا پہلا صاحبِ دیوان شاعر ہونا تاریخی اعتبار سے درست نہیں ۔ تقدم بہر حال محمد قلی قطب شاہ معانی کو حاصل ہے) ۔

"چندا اردو کی پہلی شاعرہ تھی جس نے ایک مکمل اور مرتب دیوان اپنی یادگار چھوڑا ہے ۔"[3]

"چندا اردو کی پہلی شاعرہ ہے جس نے مکمل دیوان اپنی یادگار چھوڑا ہے ۔"[4]

"زنے از پردہ بروں آید و کارے بکند کے مصداق ماہ لقا بائی چندا نے اس پر (اردو پر) فدا ہو کر اپنا تن من دھن نثار کر دیا اور اردو میں ایک دیوان مکمل اور مرتب کر لیا جو اردو کی پہلی چیز ہے کیونکہ اس سے پہلے کسی عورت نے باضابطہ شاعری کر کے دیوان مکمل نہیں کیا تھا ۔"[5]

---

۱ ۔ صفا ، عبدالحی : تذکرۂ شمیم سخن ، ص ۸ ۔
۲ ۔ آسی ، عبدالباری : تذکرۃ الخواتین ، ص ۳۹ ۔
۳ ۔ اختر حسین : مضمون "ماہ لقا بائی چندا" مشمولہ مرقع سخن ، ص ۸۷ ۔
۴ ۔ زور ، ڈاکٹر محی الدین قادری : داستان ادب حیدر آباد ، ص ۹۸ ۔
۵ ۔ تسکین عابدی : سخنوران دکن ، ص ۱۷ ۔

لیکن نصیرالدین ہاشمی کو چندا کے پہلی صاحبِ دیوان شاعرہ قرار دینے پر اعتراض ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

"پہلی صاحبِ دیوان شاعرہ لطف النسا امتیاز قرار دی جانی چاہیے کیونکہ ان کا دیوان ۱۲۱۲ھ میں یعنی چندا کے دیوان سے ایک سال قبل مرتب ہوا ۔"[۱]

باوجود اس محققانہ انکشاف کے چندا کی عظمت اور اس کے کلام کی قدامت پر حرف نہیں آتا۔ جو شہرت اس کے حصے میں آئی وہ گویا عطیۂ الٰہی ہے ۔

چندا کا دیوان ۱۲۱۳ھ مطابق ۱۷۹۸ء مرتب ہوا (نصیرالدین ہاشمی نے ۱۲۱۳ھ مطابق ۱۷۶۱ء لکھا ہے[۲] ۔ عیسوی سنہ درست نہیں ہے) دیباچے میں صراحت کی گئی ہے کہ عہد نظام الملک آصف جاہ نظام الدولہ میر نظام علی خاں میں کہ سنہ ثالث عشرہ مأتین بعد الف تھا ، مدار المہام ، غلام سید خاں ، سہراب جنگ ، معین الدولہ ، مشیر الملک ، اعظم الامراء ، نواب ارسطو جاہ کا زمانہ تھا کہ ماہ منیرِ فلک انبساط ، برجیسِ منورِ برجِ نشاط ، نازنینِ چاربالشِ رعنائی المخاطب ماہ لقا بائی ، مہاراج معالی المراتب ، علو منزلت و مرتبت ، ذی شوکت و حشمت ، والاتبار عالی مقدار راجہ راؤ رنبھا بہادر کے سر رشتۂ ملازمت میں تھی کہ راجہ نے حکم دیا کہ اس کے دیوان کو سید نصیرالدین خاں المتخلص قدرت مرتب کریں ۔ چنانچہ حسب الحکم قدرت نے دیوان ترتیب دیا اور چندا کی

---

۱ ۔ نصیرالدین ہاشمی : دکن کے چند تحقیقی مضامین ، ص ۱۷۶ ۔
۲ ۔ نصیرالدین ہاشمی : یورپ میں دکنی مخطوطات ، ص ۵۵۴ ۔

فرمائش پر لو ورق کا دیباچہ تحریر کیا ۔ یہ دیوان دورانِ رقص چندا نے ۱۸ اکتوبر ۱۷۹۹ء کو سر جان مالکم کی نذر کیا تھا، جو اب انڈیا آفس لائبریری میں زیر نشان (۲۱۸) محفوظ ہے ۔ اس کے ۳۲ اوراق ہیں سائز ۹½ × ۵½ ہے۔ "ھو اللطف اعظمی" ترتیب دیوان کا مادۂ تاریخ ہے۔ اس میں ۱۲۵ غزلیں ہیں ۔

چندا کے دیوان کے دیگر نسخوں کا بھی پتہ چلتا ہے ۔ ان میں سے ایک کتب خانۂ آصفیہ میں ہے جو ۱۲۲۰ھ کا مکتوبہ ہے ۔ کتب خانۂ فیلسوف جنگ واقع حیدر آباد دکن میں زیر نشان ۵۲۸۲ جو نسخہ ہے، ۱۲۲۱ھ کا مکتوبہ ہے۔ باباۓ اردو مولوی عبدالحق کے ذخیرۂ مخطوطات میں زیر نشان ۱۴۸ ق ۳ ایک دیوان ہے جو ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ سائز ۹ × ۶½ ہے۔ ہر صفحے پر ۱۳ سطریں ہیں۔ خط نستعلیق مائل بہ شکستہ اور ۱۲۷۱ھ کا مکتوبہ ہے ۔ یہ غیر مکمل دیوان ہے جس میں صرف ۱۰۷ غزلیں ہیں ۔

ڈاکٹر زور نے لکھا ہے کہ "اپنی وفات سے ۴ سال قبل ۱۲۲۶ھ میں خود اس نے اپنا دیوان مرتب کیا جس میں ۱۲۵ غزلیں ہیں ۔ ہر غزل ۵ شعر کی ہے۔"[1] ڈاکٹر زور نے اس اطلاع کے ماخذ کا حوالہ نہیں دیا اور نہ ہی یہ نسخہ ابھی تک برآمد ہوا ہے ۔

تاحال دیوانِ چندا صرف ایک بار غلام صمدانی خان گوہر کی کوششوں سے شائع ہوا ہے۔ ڈاکٹر زور نے لکھا ہے کہ "غلام صمدانی خان گوہر نے اس کا دیوان اور حالاتِ زندگی "حیات ماہ لقا" کے

---

۱ ۔ زور، ڈاکٹر محی الدین قادری : داستان ادب حیدرآباد، ص ۹۸ ۔

نام سے ۱۳۲۴ھ میں شائع کیے تھے ۔[1] اس بیان سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ ایک ہی کتاب میں حالات زندگی اور دیوان شامل ہیں حالانکہ دونوں الگ الگ طبع ہوئیں ۔ سال اشاعت ایک ہی ہے ۔ گوہر نے دیوان کا نام ''گلزار ماہ لقا'' رکھا تھا جو ربیع الاول ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں نظام المطابع چھتہ بازار حیدر آباد دکن سے چھپا تھا ۔ اس میں کوئی دیباچہ یا ابتدائیہ نہیں ہے جس سے معلوم ہو سکے کہ انہوں نے کس مخطوطے کی مدد سے اسے مرتب کیا تھا ۔ اس میں ۱۲۵ غزلیں ہیں ۔ آخر میں مولوی میر محمد علی المتخلص بخشی کے دو قطعات تاریخ طباعت بھی ہیں ۔

عبدالحئی صفا اور عبدالباری آسی نے اپنے اپنے تذکروں میں ایک شاعرہ ماہ لقا کا بھی ذکر کیا ہے ۔ صفا کا بیان ہے کہ ''ماہ لقا : تخلص ماہ لقا نامی طوائف ساکنہ حیدر آباد دکن ، راجہ چندو لعل کھتری کی سرکار میں ملازم تھی ۔''[2]

آسی لکھتے ہیں : ''ماہ لقا ۔ یہی تخلص اور یہی نام حیدرآباد دکن کی ایک شاہد بازاری کا تھا جو راجہ چندو لعل کی سرکار میں ملازم رہ کر متمول ہوگئی تھی اور اس صحبت نے اس کو شاعر بنا دیا تھا ۔''[3]

معلوم ہوتا ہے کہ آسی نے بلا تحقیق صفا کی اطلاع پر بھروسہ کر کے لفظی رد و بدل کے ساتھ اسی کو نقل کر دیا ہے ۔ دونوں

---

۱ ۔ ایضاً ۔
۲ ۔ صفا ، عبدالحئی : تذکرۂ شمیم سخن ، ص ۲۰ ۔
۳ ۔ آسی ، عبدالباری : تذکرۃ الخواتین ، ص ۲۷ ۔

نے شاعرہ ماہ لقا کے ترجمے کے ضمن میں جو نمونہ کلام درج کیا ہے وہ چندا کا ہے۔ اصل میں ماہ لقا اور چندا دو نام معلوم ہوتے ہیں لیکن شخصیت ایک ہی ہے۔

چندا کے کلام میں سوائے غزل کے کوئی صنف شاعری شامل نہیں ہے۔ اس کی ہر غزل ۵ اشعار پر مشتمل ہے جو روایت کی پابندی میں بھی ہے۔ لیکن غالباً اس کے ذریعے پنج تن سے حسنِ عقیدت کا اظہار بھی ہے۔ جملہ ۱۲۵ غزلوں میں سے سات چھوڑ کر باقی ۱۱۸ غزل کے مقطعوں میں مدح حضرت علی موجود ہے۔ چند مقطعے ملاحظہ ہوں:

سو جان سے ہوگی وہ تصدق مرے مولا
چندا کی جو کونین میں امداد کروگے

بولیں گے لوگ ساقیِ کوثر سے حشر میں
چندا ہے ولا سے ہے سرشار اب تلک

چندا نہ ہووے کیوں ترے قربان یا علی
تو جانِ عندلیب ہے، تو اعتبار گل

عرض سرکارِ مرتضیٰ میں یہ ہے
پائے دو جہاں کا چندا مال

دیوان چندا کی پہلی غزل حمدیہ ہے جس کا مطلع ہے:

کہاں طاقت ہے راہ حمد میں جو ہو زباں گویا
کہ یاں جز عجز و خاموشی نہیں ہے یک جہاں گویا

یہ حمد اور دیگر منقبت کے اشعار برائے بیت روایت کا حصہ نہیں بلکہ اس کی زندگی سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسے ذاتِ خداولدی اور بزرگان دین سے دلی عقیدت و ارادت تھی۔ جو کچھ اس نے کہا خلوصِ نیت اور جذبے کی سچائی کے ساتھ کہا۔ اسی طرح تصوف و معرفت کے مضامین بھی اس کی شاعری کا حصہ ہیں۔ کہیں اس کا انداز روایتی ہے تو کہیں جدت و انفرادیت کی جھلک ہوتی ہے، جیسے:

عشق میں حق کے انا الحق کہہ رہا ہے بار بار
ہر مژہ، ہر لختِ دل اپنا نہیں منصور ہے

ادا شرطِ عبادت ہوسکے ہے کب بھلا اس کی
خودی کو اپنی جو بھولے، خدا کی یاد کو پہنچے

ہماری چشم نے ایسا کہاں پایا ہے
جدھر کو دیکھیے آتا ہے تو نظر ہم کو

روزِ ازل جو جامِ محبت پلا دیا
سرخی رہی ہے آنکھوں میں اب تک خمار کی

چندا نے شاعری میں ان مربیوں کو بھی یاد کیا ہے جن کی عنایات سے اس کی زندگی عیش و آرام اور آسودگی میں گذری۔ ان میں نظام الملک آصف جاہ ثانی اور نواب ارسطو جاہ خصوصی اہمیت رکھتے ہیں۔ آصف جاہ ثانی کی مدح میں دو غزلیں ہیں۔ ہر غزل کا ایک ایک شعر نقل ہے:

خضر کی عمر ہو اس کی ، تصدق سے ائمہ کے
نظام الدولہ آصف جاہ جو سب کا مسیحا ہے

سدا پلتے ہیں چندا سے ہزاروں جس کے سائے میں
نظام الدولہ شاہِ دکن ہے رستمِ دوراں

ارسطو جاہ کے بارے میں بھی دو غزلیں ہیں ۔ ایک میں وہ کہتی ہے :

ارسطو جاہ وہ فرخ نژاد اہلِ عالم ہے
کہ جس کے فضل و بخشش کا جہاں میں ہے علم برپا

دوسری غزل کے ایک شعر میں مدح کے ساتھ حسنِ طلب بھی ہے

مدعا چندا کا ہے یہ اب ارسطو جاہ سے
فیل و زر بخشش تو کی جاگیر کا بھی ہو شمار

اردو شاعری میں غزل کی ایک عام روایت ہے کہ جس میں دروں بینی اور داخلیت پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے ۔ اس کے برخلاف چندا کے ہاں موضوعاتی غزلیں بھی ملتی ہیں ۔ ایک غزل میں بسنت کی کیفیات بیان کی گئی ہیں تو ایک میں اپنی سالگرہ پر خود کو مبارک باد دی ہے ۔ ان دونوں غزلوں میں واضح اثرات محمد قلی قطب شاہ معانی کے نظر آتے ہیں ۔ اس نے بھی مقامی موسموں کا حال خوبصورتی سے غزل میں بیان کیا ہے اور سالگرہ پر خود کو مبارک باد دینے کی روایت بھی اسی نے شروع کی تھی ۔

چندا غزل کی شاعرہ ہے لیکن غزل گوئی کے لیے جس سوز کی ضرورت ہوتی ہے اس کے ہاں موجود نہیں ۔ بر خلاف اس کے چندا کے

اشعار میں ایک طربیہ کیفیت ہے۔ جو بات اسے خاص طور پر ممتاز کرتی ہے وہ اس کا لب و لہجہ ہے۔ یوں تو اردو میں سینکڑوں خواتین نے شاعری کی ہے لیکن ان میں چند ہی ہوں گی جن کے بیان میں نسوانیت موجود ہو۔ زیادہ تر شاعرات نے مردانہ لب و لہجہ میں جذبات پیش کیے ہیں۔ ان کا کلام روایت کا حصہ تو بن جاتا ہے لیکن ان کی صنف کی جس طرح نمائندگی ہونی چاہیے وہ نہیں ہو پاتی۔ چندا کے ہاں نسوانی جذبات کی پیشکش ہے اور کہیں کہیں طربیہ انداز اس قدر شوخ ہو گیا ہے کہ وہ بے باکی کی حدود سے بھی تجاوز کر جاتی ہے۔ مثلاً:

ہم جو شب کو ناگہاں اس شوخ کے پالے پڑے
دل تو جاتا ہی رہا اب جان کے لالے پڑے

کب تک رہوں حجاب میں محروم وصل سے
جی میں ہے کیجے پیار سے بوس و کنار خوب

تم منہ لگا کے غیروں کو مغرور مت کرو
لگ چلنا ایسے ویسوں سے دستور مت کرو

ذرے کی کیا مجال گلے مہر کے ملے
بس ہے یہ ایک بوسہ لبِ بے حجاب خوب

چشم بد دور جھم ہوتی ہیں کیا کیا چہلیں
ہلکہ الفت کی ترقی ہے ملاقات کے وقت

چندا کے بیان میں بے تکلفی اور بے ساختگی کی شان ہے جس کی وجہ سے مضمون کے خیالی ہونے کا احساس بھی باقی نہیں رہتا۔ لہجے کا تیکھا پن بیان کو گفتگو کا انداز عطا کرتا ہے اور بات دل میں اترتی چلی جاتی ہے:

غمزہ و ناز و ادا شیوہ ہے خوبوں کا مگر
ہر سخن میں روٹھ جانا کون سا دستور ہے

کوہ کن پر بھی کیا جور مگر شیریں نے
تو نے اس طرح کیا ہے مجھے بیزار کہ بس

ان کو آنکھیں دکھا دے ٹک ساقی
چاہتے ہیں جو بار بار شراب

خورشید رو قسم ہے یہ زلفوں کی تو نے کل
وعدہ کیا تھا دن کا مگر رات ہوگئی

گو مرے دل کو چرایا نہیں تو نے ظالم
کھول دے بند ہتھیلی کو بتا ہاتھوں کو

روزمرہ اور محاورے کے استعمال کے سلسلے میں بھی چندا ان کو ترجیح دیتی ہے جو عورتوں میں عام ہیں۔ ویسے زبان دانی میں درجۂ کمال پر فائز ہونے کی وجہ سے اسے ہر نوع کے محاورے پر عبور حاصل ہے۔ خاص اس کے مزاج کی زبان ملاحظہ ہو:

آلا بالا نہ تا ملنے میں ہر بات کے بیچ
وعدے کا کب ہے تحمل دلِ بے تاب کے بیچ

آنسو بہے جاتے ہیں گھڑی زاری نہیں خوب
یہ رازِ عشق ہے اسے مشہور مت کرو

کہاں سمجھانے سے سمجھے ہے ناداں قدر تو دل کی
یہ جو جب تک پڑے ظالم کسی بے درد کے پالے

اشارہ بھر اسی ابرو سے چاہے ہے یہ دل میرا
کہ جس چشمِ سیہ نے سیکڑوں کے بن میں گھر گھالے

بیانِ حسن تو ہر شاعر کا شیوہ رہا ہے لیکن تب تک بات نہیں بنتی جب تک بیانِ حسن میں حسنِ بیان نہ ہو۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو چندا نے جس ماہرانہ انداز میں حسن کی تصویر کشی کی ہے، جس میں رنگ و نور کی ایسی آمیزش ہے کہ تصویر حقیقی ہی نہیں بلکہ متحرک اور جاندار بھی دکھائی دیتی ہے۔ حسنِ تشبیہ اس پر مستزاد ہے:

مجھے نام خدا اس شوخ کا یہ طور بھاتا ہے
ادا سے جس یہ ابرو ہو لبوں سے مسکراتا ہے

نہیں ہے زلف کی لٹ اس پہ معشوق ہو
یہ اوس چاٹنے نکلا ہے ماہتاب میں سانپ

جو دیکھا یار کے عارض پہ میں نے خالِ تاباں کو
کسی بھبتی کہ یہ ہندو کرے ہے حفظ قرآں کو

رخ و گیسو و خال وطاقِ ابرو دیکھ کر اس کے
نماز و روزہ و تسبیحِ صبح و شام سے گذرے

معاملاتِ عشق میں چندا کے ہاں جذبے کی سچائی ہے لیکن گہرائی نہیں ۔ وہ ان معاملات کو سرسری طور پر بیان کر کے گزر جاتی ہے :

گر دام سے اپنے ہمیں آزاد کرو گے
پھر کس سے یہ کنجِ قفس آباد کرو گے

اوروں سے اگر دوستی رکھتے ہو بظاہر
باطن میں یقیں ہے کہ ہمیں یاد کرو گے

کی کوہ کن نے کوہ کنی، میں نے جاں کنی
جاں باز تو نے اور بھی مجھ سا سنا کہیں

ندرت خیال ، مضمون آفرینی اور بات سے بات پیدا کرنا کوئی چندا کے ہاں دیکھے۔ دیوان مختصر سہی مگر مضامین نو کے انبار لگا دیے ہیں ۔ جہاں کسی بھی پامال مضمون کو چھوا ہے اس میں تازگی کی مہک ڈال دی ہے :

گل کے ہونے کی توقع پہ جیے بیٹھی ہے
ہر کلی جان کو مٹھی میں لیے بیٹھی ہے

یاں تک تو اٹھ گیا ہے زمانے سے اتحاد
دل بھی مری بغل میں ہے پر آشنا نہیں

جب مقابل شعلہ رو کے بزم میں آتی ہے شمع
مثل پروانے کے ہو بے تاب جل جاتی ہے شمع

دیکھا ہے جب سے اس بت کافر کو ، ہے یہ حال
کرنی پڑی ہے شیخ کو ایماں کی احتیاط

انگور کا دانہ ہے ہر اک آبلۂ پا
طے ہوتے ہیں کس لطف سے فرسنگ خرابات

چندا کے بعض اشعار میں انسان دوستی اور ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کے ایسے جذبے کی جھلک نظر آتی ہے جو اسے عام شاعر کے درجے سے بلند کر دیتی ہے۔ یہی انسان دوستی اور انسانیت کا احترام اس کی اپنی زندگی کا خاصہ تھا۔ وہ صیاد کو ظلم کی علامت قرار دیتے ہوئے کہتی ہے :

کچھ دن کرے صیّاد کو اللہ جو مرا صید
کر دوں میں سبھی دام سے یکدم میں رہا صید

اگر ہو کچھ بھی تری آہ کارگر صیّاد
رہے نہ دل میں ترے ظلم کا اثر صیّاد

یہ رجحان اس کے دل میں اس لیے پیدا ہوا کہ بنیادی طور پر وہ دنیا کے ہر فرد کو پیار کے قابل سمجھتی تھی :

بجز حق کے نہیں ہے غیرؔ سے ہرگز توقع کچھ
مگر دنیا کے لوگوں میں تجھے ہے پیار سے مطلب

چندا کو گزرے دو سو سال ہو گئے ۔ ولی کے بعد سراج اور سراج کے بعد چندا تاریخی تسلسل کے طور پر سامنے آتے ہیں ۔ ولی کی صفائیِ زبان کے سب معترف ہیں ۔ سراج نے عہدِ ولی کی زبان کو مزید نکھارا اور سنوارا لیکن چندا کے ہاں وہ تکمیل کے اس درجے پر دکھائی دیتی ہے کہ آج کا عام قاری بھی اس میں اجنبیت کی ہلکی سی رمق نہیں پاتا ۔ وہ بڑی شاعرہ نہیں ، اچھی شاعرہ ضرور تھی اور زندہ رہنے والی زبان کے خمیر سے واقف تھی ، اسی لیے ایسی زبان میں شاعری کرتی رہی جو ہر دور میں بآسانی سمجھی جا سکتی ہے ۔

مسدس در تعریف ماہ لقا بائی

تصنیف شیر محمد خان ایمان

سلطنتِ آصفیہ کے عہد اولیٰ کا بڑا حیدر آبادی شاعر شیر محمد خان ایمان کو مانا جاتا ہے جو محمد عاقل خان وقائع نگار کے فرزند اور شاہ تجلی کے شاگرد تھے۔ وہ اپنے باپ کے بعد حیدر آباد میں وقائع نگاری اور اخبار گوئی کی خدمت پر مامور ہوئے۔ دکن کے سارے تاریخی واقعات ان کے ذہن کے خزانے میں محفوظ تھے۔ اس لیے دربار اور عوام دونوں جگہ انھیں عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ نواب ارسطو جاہ اہلِ کمال کے قدر دان تھے۔ انھوں نے ایمان کو اپنا متوسل بنا لیا تھا۔ سفر اور حضر میں ہر وقت ساتھ رکھتے تھے۔ ایمان کی مقبولیت اور درباری اثر کا ثبوت اس اس سے ملتا ہے کہ آصف جاہ ثانی کی وفات (۱۲۱۸ھ) پر بہت سے شعرا نے قطعاتِ تاریخی لکھے لیکن ایمان کا قطعہ ارسطو جاہ کی تائید کی وجہ سے لوحِ مزار پر کندہ کروایا گیا۔ ایمان صاحبِ دیوان شاعر ہیں۔ ان کے دیوان کے قلمی نسخے متعدد کتب خانوں میں ہیں۔ ایک مخطوطہ ذخیرۂ مولوی عبدالحق میں بھی موجود ہے۔ مکمل دیوان تا حال شائع نہیں ہوا البتہ انتخاب ''ایمانِ سخن'' کے نام سے استاذی پروفیسر سید محمد صاحب نے مرتب کر کے شائع کروایا تھا۔ ایمان کے کلام میں غزل، رباعی، قصیدہ اور مثنوی تمام اصناف موجود ہیں۔ دیوان میں سات قصاید ہیں جو ان کی قادر الکلامی کے مظہر ہیں۔ ایمان نے ۱۲۲۰ھ میں

وفات پائی ۔

عام خیال یہ ہے کہ ایمان ، چندا کے استاد تھے ، لیکن اس کا کوئی ثبوت موجود نہیں ۔ دیوان ایمان میں ایک مسدس ماہ لقا بائی کی توصیف میں ہے جو ابھی تک کہیں شائع نہیں ہوا ۔ ہم اسے ذخیرۂ مولوی عبدالحق سے نقل کرتے ہیں ۔ اس مسدس کے متعدد بند میں پانچواں اور چھٹا مصرع سودا کا ہے :

جس کا ہے نام ماہ جبیں جگ میں آشکار
شیریں سے بہتر اس کی کنیزیں ہیں گل عذار
بادِ بہار سی وہ کرے ہے جدھر گذار
اسؔ کی سواری دیکھ کے خلقت کہے پکار
محمل نشیں ہیں کتنے ہی خدام یار میں
لیلیٰ کا ایک ناقہ سو یاں کس قطار میں

جب لعلِ تر سے اس کے ہو گوہر فشانیاں
مثلِ صدف ہو گوش سراپا جہانیاں
طوطی کبھی سنے نہیں یہ خوش زبانیاں
جس میں کہ جاں فزائی کی ہووئیں نشانیاں
اعجاز منہ تکے ہے ترے لب کے کلام کا
کیا ذکر یاں مسیح علیہ السلام کا

گلگشت کو جو آوے چمن میں وہ رشک ماہ
نرگس سے تا بہ شبنم اسی کی طرف نگاہ
جب آنکھ کے لیے ہے باغ سے دولت سرا کی راہ
بلبل یہ بے کلی سے پکارے کہ واہ واہ
غنچہ سی مسکرا کے اسے زار کر چلے
نرگس کو آنکھ مار کے بیمار کر چلے

نوش دہن ہے اس کا ہے از چشمۂ حیات
ہر ایک بات کیوں نہ ہو اس کی تر از نبات

مانی کہے ہے دیکھ کے بہزاد سے یہ بات
نقشہ یہ کس سے کھنچ سکے غیر از خدا کی ذات

ناز و ادا کے ساتھ وہ دلبر شکیل ہے
تصویرِ چیں بھی روبرو اس کے ذلیل ہے

مسند نشینِ بزم ہو جس دم وو شمع رو
مستِ شرابِ عیش ہے ساغر سے تا سبو

آہنگ انبساط ہے چنگ و رباب کو
زہرا ترانہ ساز ہو یہ اس کے روبرو

تجھ سا کوئی وجیہہ نہیں آسماں پر
کیوں کر کرے نہ ناز زمیں آسماں پر

کنگھی یہ جب کرے ہے توجہ وہ دلربا
منظور دیکھ سرے کو غازہ ہو جبہہ سا

شانہ بحد زبان ہے اوصاف زلف کا
ہر ایک زبانِ برگ سے کہتی ہے یہ حنا

عشرت سے دو جہاں کی یہ دل ہاتھ دھو سکے
تیرے قدم کو چھوڑ سکے ، یہ نہ ہو سکے

مشاطہ دیکھ آئنۂ رخ ، کرے خیال
ہے عکسِ سرِدمک یہ ، نہیں ہے سیاہ خال

بلبل ہو جانے مکھڑے یہ زلفوں کا بال بال
اسپند دل سے وار کے ہولے ہر ایک زال

سینے کو رستموں کے نگہ تیری توڑ دے
آنکھوں کی ہر پلک صف عشر کو موڑ دے

بیدار جب کہ خواب سے ہووے وہ صبح گہ
چاہے کرے ہے آئنے پر رسمسی نگاہ

پھر صحنِ باغ بیچ خراماں ہو مثلِ ماہ
جتنے ہیں گل بدن کریں آنکھوں کو فرش راہ

دیکھے ہے کس ادا سے وہ عالی دماغ ہا
رنگِ حنا سے ہسکہ ہوا رشک باغ ہا

جیوں سرو سبز پوش ہو شیرین روزگار
گلگوں صبا خرام پہ جس وقت ہو سوار

صحرا کے بیچ دل میں یہ چیتے کروں شکار
آہو تو کیا چکاری ، الھیں بیر یہ ہکار

ممکن ہے تیر خوردہ تڑپ کر سنبھل سکے
مارا تری نگہ کا جگہ سے نہ ہل سکے

ابرو کمان دل ترے قربان کب نہ جائے
تیرِ نگاہ جبکہ تو یوں بے دھڑک چلائے

ہووے حرم کا بھی جو کبوتر نہ باز آئے
پرواز کیونکہ طائرِ عرش بھی کرنے پائے (؟)

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغِ قبلہ نما آشیانے میں

شہرے سے تیرے حسن کے روشن ہے سب جہاں
لے کر زمیں کی سطح سے تا ہفتم آسماں

پہنچیں ترے جمال کو حور و پری کہاں
ہے گا ہر ایک ذرے کی چشمک سے یہ عیاں

منہ دیکھ آئنے کا تری تاب لا سکے
خورشید چاہے آنکھ تو تجھ سے ملا سکے

کیا نفس مارتا ہے ترا عشق اے حبیب
پہلو سے تیرے جو کہ ہوا ایک دم قریب
پھر عمر اُس کو ہجر طپش دل رہے نصیب
ہے لاعلاج ، کرتے ہیں اقرار سب طبیب
والہ کو تیری چشم کے آزار ہی رہا
عیسیٰ وقت تھا سو وہ بیمار ہی رہا
مستانہ تیری چشم کا ہر اک ایاغ ہے
تیرا ہی نت نسیم سحر کو سراغ ہے
بلبل کو بوئے گل کا رہا کب دماغ ہے
کس کس کا ذکر کیجیے اک خلق داغ ہے
سنبل تمھارے گیسوؤں کے غم میں لٹ گیا
ابرو کی تیغ دیکھ سے عید کٹ گیا
اُس رشک نوبہار کے بلبل ہیں صد ہزار
غنچے ہے ہیں خون دل و گل جگر فگار
سودائے زلف و گیسو میں سنبل ہے تار تار
قامت کا اُس کی سرو بھی مجنوں ہے پیدوار
اے لالہ گو فلک نے دیے تم کو چار داغ
چھاتی سری سراہ کہ یک دل ہزار داغ
میں جیسے اُس کے حسن کا دیوانہ ہو گیا
ویرانہ دل کا رشک پری خانہ ہو گیا
ازبس شراب شوق سے مستانہ ہو گیا
عالم کے بیچ قصہ و افسانہ ہو گیا
چرچا جو میرے عشق کا جنگل میں چل پڑا
انو پہ ہاتھ مار کے مجنوں اچھل پڑا

ہرگز نہ ہووے عشق کی ہمسر کبھو ہوس
فریادِ عندلیب کہاں ، اور کہاں جرس
پہنچے نہ سوز کو دلِ پروانہ کے مگس
بے درد کے لیے ہے یہی شعرِ درد بس

اندازہ وہی سمجھے مرے دل کی آہ کا
زخمی جو کوئی ہوا ہو کسو کی نگاہ کا

شکر خدا کہ اب تو مرے حال پر مدام
مبذول دل سے مہر ہے اس ماہ کا تمام
صحبت میں زلف و رخ کی گزرتے ہیں صبح و شام
ہم بزم و ہم پیالہ و ہم راز و ہم کلام

تد اُس بہشت رو سے یہ خلط بہم کیا
جد برسوں ہم نے سورۂ یوسف کو دم کیا

انساں کا عشق ہے مجھے بدو شعور سے
جو خوب رو ہو ، دیکھ ہی لیتا ہوں دور سے
رکھتا نہیں ہوں کام پری سے نہ حور سے
کہتا نہیں یہ بات میں ہرگز غرور سے

مجھ کو دماغِ وصفِ گل و یاسمن نہیں
میں جوں نسیم بادِ فروشِ چمن نہیں

ایماں آدمی کو کچھ اک درد خوب ہے
یعنی سرشکِ سرخ و رخِ زرد خوب ہے
لب پر ہر ایک صبح ، دمِ سرد خوب ہے
پیدا کرے جو سوز وہی مرد خوب ہے

ہووے نہ ملکِ عشق سے کم رسمِ داغِ دل
روشن رہے ہمیشہ الٰہی ! چراغِ دل

مثنوی

''تصنیف میر عالم بہادر در وصف سراپائی ماہ اوجِ خوبی سرو جوئبار محبوبی چندا بی‌بی المخاطب بہ ماہ لقا بائی سلمہ اللہ تعالیٰ کہ در عہد دیوانی سرکار نواب غفران مآب موزوں فرمود ۔''

تا ہست دماغ کاری باری
دل را ندہی بہ لذتِ دیداری

. . . .
. . . .

ای ماہ سپہر آشنائی
سر تا پائی تو دلربائی

ای مردم دیدۂ محبت
سر تا قدمت طلسم الفت

شکل تو بکلکِ دل مصور
جسم تو بابِ جان مخمر

تصویر تو از فرنگ حسن است
نقش نیرنگ رنگِ حسن است

ای حسن تو دلربائی عشق
آئینۂ خود نمائی عشق

تا حسنِ تو ناخنم بدل زد
عشقت رہ ہوش متصل زد

از شوق چون شد جهان جهانِ نور
از رگ رگ من فغان چو طنبور
شورِ تو عیان له بر زبانم
سوزِ تو نهان بفرجانم
از شعلهٔ حسنت ، ای دل آرا
در عشق سوختم سراپا
آن جلوه فروش و جان خریدار
اے عمر متاع و عشوه بازار
تا روی ترا به من نمودند
در های بلا به من کشودند
تا قدِ تو نشد نهال جانم
هر شب بفلک رسد فغانم
گر قامتِ تو نهال جان راست
بر من بچه رو قامت آراست
ای باغِ بهار ناز و انداز
اندازِ تو ناز سایهٔ ناز
گلریز صفا است موجِ رفتار
نقشِ قدمِ تو آئینه دار
آن برق خرام و شعله آهنگ
آهنگِ خرامِ تست . . . .

. . . .

. . . .

ای ماه لقای ماه پیکر
وی ماه جبین و ماه منظر

از رشک جبین . . .
مه داغ . . . .

از دفتر حسن نازنینت
یک صفحه منتخب حسنت

جز چین جبین ازان سفینه
حرف و کرم نشد شبینه (؟)

از چین جبینت اوج حیرت
آب آئینهٔ موج حیرت

آن خود سر وجود پرست خود کام
ای زلف تو حلقه حلقه دام

باشد ز جفا و جور تا چند
بر حلقه به گردن دلم بند

زلف تو که رشته پیچ جان است
وصفش پیچیده بر زبان است

حرف زلفت که تاب دارد
پیچید کیش که تاب دارد

آن مسرخ ماه طلعت من
آن طلعت تو صداقت من

ابروی تو کز هلال عید است
بالیدن صد جهان امید است

کاهیدن من زدیدنش چیست
نومیدی من زآفت کیست

چشم تو بصد هزار نیرنگ
سازوی آن شکم همیشه گلرنگ

چشم تو مگر فرود ابش (؟)
تا بر فکنی بجانم ابش (؟)

چشمت نه تمام ... ... لست
ای شعله نگاه این چه قالست

آہو بکہت اگر نه وحشیست
از سایهٔ من رمیدنش چیست

سرمایه دل که بود سودم
وقف تاراج او نمودم

ہر دم مژگانت آن جفا جو
الگشت زند سرا به پہلو

مژگانِ تو خار خار اکثریست
ہر لحظه ز خود رمیدنم چیست

تا گوشِ ترا به من نمودند
حیرت بر حیرتم کشودند

در گوش تو وا بحلقه نور
خورشید بود سیاره در ہر (؟)

ایں ہر دو ز کاکلت نمود (؟)
خورشید و ستاره در شبِ تار

دُرہاست ز گوشِ تو ہویدا
چندیں مه و یک سپہر پیدا

از حسرتِ گوش آن بناگوش
آب گوہر از صدف در جوش

تابینیِ تو نظر پسند است
در مجمعِ حسن سربلند است

از خوش چشمی به باغ اندام
بینی به نگه نهال بادام
این تازه نهال در دلِ زار
خشکی دماغ آورد بار

من سر به هوا شدم ز بینی
دور از ره و رسم پیش بینی
از بینی تو سراغ دارم
از حق مکتر دماغ دارم

ای بےخبر پسند و جور تابان
رخسار تو ماه تابان
از عکس رخ تو ای پریزاد
آئینه چرخ ماه ایجاد

برق رخسارت ای جفا کار
آرام و قرار سوخت یک بار
این طرفه که مهر مه تنم سوخت
مهتاب بجانم آتش افروخت

من سوخته اخترم ز مهتاب
مهتاب رود زمن چو سیاب
تا ماه رخ تو اخترم سوخت
مهتاب ز تاب پیکرم سوخت

از پرده ز من یک سخن دل
جان بردن من ز تست مشکل
تا راه سخن بمن کشودی
راهی بخموشیم نمودی

گفتار خموشیِ تو باہم
در شعلہ فشانی اند باہم
گر شمع زباں نہ افروخت
یاقوت لبت بخاموشی سوخت

ای مست طرب ز خندۂ ناز
حسن تو نمود زہرۂ بے ساز
باشند ہمیشہ در دنداں
در رنگ مستی خزیدہ پنہاں

لب را بہ فسوں چو بر کشائید
خنداں خنداں دلم ربائید
دلم چوں......در شبِ تار
.... در شبِ تار

ای ناز طلسم عشوہ اعجاز
بر نازِ تو ناز می کند ناز
وصفِ دہن تو حسرت انشا
حرف سخن تو حیرت افزا

گر نیست دہاں سخن وانیست (؟)
دُر ہست نہاں سخن دریں است
بُردہ دہنت ز ساحری ہا
نیرنگ کرد ز سامری ہا

در چاہ ذقن بسحر کامل
آتش کدہ گشت چاہ بابل
چاہ ذقنت ز جوش مہتاب
از چشمہ ماہ می بہ زد آب

چاه ذقنت نظر فریب است
دل غرق درد تا شکیب است
دل بوسهٔ آن دهن نیارد
گویا که لب و دهان ندارد

ای یافته از تو سر بلندی
رعنائی حسن و خود پسندی
تا گردن دعوی تو شد راست
آمد خونم بگردنم راست

تا گردن تو بلند گردید
هیکل از خوف سهند پدید (؟)
گر خونِ دلم بگردنت نیست
پنهان پنهان مکشوف چیست (؟)

ای شمع گلوی شعله آواز
آواز تو برق پرده ساز
در پرده دل همی ز نغمه
دل می بریم به یک کرشمه

ای نغمه صدای ساز و آواز
آهنگ تو ساز نغمه ساز
آواز تو تا صدا بدلی زد
آتش غیرت بجان‌وی زد

حسرت کف...................
پرسان ز خود برآورد دود
دست قدرت چو صنعت انگیخت
در قالب لطف باروت ریخت

بازوئی تو میکند سوئی عشق
بازوئی زور بازوئی عشق

از دست حنائی شفق پوش
خون گرمی دل ہمیشہ در جوش

از رنگ حنائی چون دل یار
بر رنگ حناست خون دل یار

از جلوہ آن کف نگارین
باشد اشکم ہمیشہ رنگین

در دست نیست.................
خورشید تہی نمود سینہ.........

از حلقہ آبگینہ ات داد
کین طوق جنون بگردن افتاد

سر پنجہ دست ای پری وش
چون پنجہ سرا کند مشوش

دل نقش نگین خاتمی شد
انگشت نمائی عالمی شد

ای نازِ تو فتنۂ زمانہ
انداز تو فتنہ را بہانہ

از دست صبا کہ بر رخ آری
دلبری و حجاب داری

در بردن دل حجاب از کیست
در خوردن خونِ من حیا چیست

دلداری و دلبری عیب است
کہ آن را عالم بگردنت بست

ای روی تو رشک ماه و خورشید
آغوش تو صبح زای امید
از موج صفائی آن بردوش
دل آینه زار صبح آغوش

از عکس رخ تو سینه یکسر
غرق دریائی آب گوهر
از پرتو ماه عارض صاف
آینه فروش سینه تا ناف

آینهٔ سینه بتقریبه است (؟)
رازِ من و تو عیان ز سینه است
نظاره عنان به بےخودی بند
بر شوق چو طرح گرمی افگند ؟

از جوش حیا عیان شد ای حور
بر سینه حبابِ قلزم نور
ناف تو چو چشمه حیا پاک
گرداب نگه چشمِ بے باک

تا کرد نگه شوخی ابراز
بر سینه صرا به بےخودی باز
لغزند به ناف و شد رحلت ؟
در چاهِ حیا غریق رحمت

نام کمر تو بے نشان است
این حرف همیشه در بیان است
جز نام کمر نشان پیوست
جز آنکه بقتلِ من کمر بست

مرحدِ حیائی دانش آرا
از موی میان تست تا پا

مہتاب حیا است اوج در اوج
دریائے نشاط موج در موج

وازیست درین میانه بس
محرم نشود بجز حیا کس

واقف نبود لزین نہان راز
جز بیخود شوقِ عافیت باز

تا رازِ حیانه گردد افشا
لغزید قلم ز دست تا پا

ای پائی تو هست مایه حسن
از پائی تو اوج پایهٔ حسن

نقشِ کفِ پایت ار صفا زد
بر روئی ستاره پشت پا زد

اشکم ....روئی کف پا ...
آشفت دماغِ ما به سودا

بر بندت زہائی تو جنونم
پامالِ حوادث است خونم

ای مهر سپهر دلربائی
سر تا قدم تو بی وفائی

ای حسن تو در جہان فسانه
دل گرمئی عشق را بہانه

حسن تو ہمیں نه دلربا شد
سر تا پای بمن بلا شد

خوئی تو بمن جدا جفا کرد
آشوب قیامتم بپا کرد
خوئی تو کند جفائی دیگر
خوئی تو کند بلائی دیگر

از کرمئی خویت ای پریزاد
افتاد بمن هر آنچه افتاد

آن شعله مزاج ، آتشین خو
از خوئی تو شد فلک جفا جو

از خوئی تو گر سخن برانم
آتش افتد نه بر زبانم

هر جا غضبِ تو آتش افروخت
مشتِ خاشاک من ... بسوخت

با غیر چو غمزه ات ستیزد
اول دل من ...... به ریزد

گر تاب خورد ز کاکلت تار
پیچد زلف تو با من زار

.... عتاب است
با من در هزار پیچ و تاب است

اغماض نظر ز دیگرانست
با من چشم تو سرگرانست

بر رویِ تو کز من ای جفا جو
گویم بالائی چشمت ابرو

ابروئی تو مکند کمان ساز
چشمت به نگه ناوک انداز

آن پشت کمان سهی نماید
درس غمزه خدنگ می کشاید

آخر توبه آن کمان ابرو
چون دل بربودی مرا ز پهلو

آخر نه من جنون فسانه
هستم به محبت نشانه

آن چشم و چراغ بزم الفت
روشن ز تو خانهٔ محبت

ای مهر تو شهره بر زبانها
در دوستی تو داستانها

لطف تو بلای بیکران است
پنهان نگه تو برق جان است

ای رسم تو ناز سایهٔ حور
آئین تو دلبری بصد طور

اے کشته جهان به خویشتن رام
کفر و اسلام صید یک دام

آن ناز فروش گرم جوشی
تا کجا رسم وفا فروشی

در عین وفا تو بے وفائی
در وقت جفا تو دلربائی

آن عهد به بسته در شکستن
پیوند نگه هر گسستن

ای مست و ناگسسته پیمان
الطاف تو قهر بر دل و جان

آن دوستی تو به سخن من
راه کوی تو روزنِ من
اول تو راه وفا کشادی
در صید دلم قدم نهادی
عمر بکمین من نشستی
دل با دگر چو من نه بستی
ای دیده نگه دلربائی
وحشت پیغام آشنائی
یک چند بگوش دل نهانی
می خواند فسون دل ستانی
آنکه ز رهِ وفا و یاری
بستی پیمان دوست داری
لب را به فسانه ساز کردی
طومار امل دراز کردی
گفتی ز رهِ وفا شماری
هرگز نبود چو من نگاری
گفتی فلک هزار دیده
دلبر به بے وفائی ندیده
در حسن وفا به دامن عشق
دریوزه کند زطور من عشق
سازد بیغائی من مروت
نازد بوفائی من محبت
روشن کن خاندان حسنم
فخرِ همه دودمان حسنم

باشد ز من آبروی الفت
سرسبزی گلشن محبت
در طینت من وفاست مضمر
ارباب وفا کلم مصر
ضرب المثل جهان وفا تم
شوریست ....
پیوسته خورده بمن لکوئی (؟)
سوگند وفا و خوبروی
برداشته چرخ ناتوان رنگ
از داغ وفا پرستم سنگ
برهم نخورد ز چرخ اخضر
پیمان من و سد سکندر
گفتی که اگر سپهر بد خو
در راه جفا کند تکاپو
گفتی که سپهر ناتوان بین
آید به حسد کر ازدر کین
رنگے برود ز خوف هجران
نقشی آرد بروی حرمان
من هم براه وفا در ایم
حسرت بر حسرتش فزایم
داغی بدلش بهم ز حسرت
خون جگرش کنم بفرقت
آئینه غیرتش نمایم
حیرت بر حیرتش فزایم

با چرخ بجان تو دل ستیزم
خاک جسدش بدیده ریزم
هرگز نکنم ز تو جدائی
ترک ره و رسم آشنائی

هرگز نشود به بزم وصلم
چشم بد روزگار محرم
هجر من و تو محالِ عقل است
دور از روشِ خیالِ عقل است

من از تو بایی فسانه سازی
خوردم به فسون عقل بازی
افسون جنون چو باورم شد
این حرم غلط چون باورم شد

دل دادم و عقل و هوش یکبار
در دامِ وفا شدم گرفتار
گفتم که کنون نقشِ دیوار
دل راه نلهم بدست دلدار

در راه محبت تو پویم
از وصل تو کام دل بجویم
ای داده بیاد دامنِ ناز
دل مشتِ غبار شوقِ پرواز

آخر تو چنین رمیدی از من
دور از برم آرمیدی از من
اے شسته باب بیوفائی
از سینه خوف آشنائی

اے بے خبر از طریق یاری
این بود طریق غم گساری

این بود قرار دل ستانی
این بود بہار مہربانی

این بود نسیم باغ الفت
رنگ و بوے گلِ محبت

پیمانِ مروت تو این بود
شانِ محبت تو این بود

گاہی بہ رہ وفا نہ پوئی
احوال دلم گہی نجوئی

یاری بہ غلط نگہ کہی
بر عہد و قرار خود نگہی

من بتو نزار و زار و افگار
در تاب و تب وفا گرفتار

ہر روز زجور در تب و تاب
ہر شب چون شب بہ تیرگی تاب

از نالۂ من جہان پُر آشوب
آہم بہ فغان قیامت اسلوب

ای دادہ بابِ بی نیازی
بنیاد و بناے دل نوازی

تا چند بود بلاے ہجران
تاکی باشد جفاے حرمان

زِ ہجر تو ای مہ شب افروز
شامم چون صبح افروز

در یاد توای دل آزار
دل نیست بگفتهٔ من زار

افسون جنون زند چو بر هوش
دیوانه کجا سخن کند گوش

هم دل به تو اتفاق ورزید
هم دیده بمن نفاق ورزید

چشمم چو ترا بمن نمودند (؟)
رمز نکهت بهل کشودند

در خانهٔ دل ترا نشاندند
مژگان ز سر وتم فشاندند

آنکه در گریه باز کردند
غمازی تازه ساز کردند

اشکم چو کشت ایزد باش
رازم بهمه ز آب دیده شد فاش

ای وصل تو داد مایهٔ عمر
از هجر تو پست پایهٔ عمر

در وصل تو خار خار اغیار
هجر تو بصد جفا دل آزار

وصل تو سبک عنان پر از خواب
دارد چه قدر هلال مهتاب

هجر تو گران وقار چون کوه
باشد قطب سپهر اندوه

وصل تو سراب بود نبود
تاکی باشد نمود بی بود

هجر تو کنون قیامت ایجاد
طوفان بلا و موج بیداد

از برق عنان گسسته پر تافت
جانم همه جسم عافیت بافت

صبر و آرام و تاب و طاقت
آئین نشاط و رسم راحت

یک باره وداع من نمودند
وحشت پر و چشم فرودند

آنکه من و دل بفکر رایت
بودیم بهم بگفت و گویت

دل شد زره بره باین بهانه
کآرد ز سراغ تو نشانه

آواره وش او بکوئی تو شد
من بیدل و دل بسوی تو شد

تنها من و صد جفائی هجران
از کردهٔ خود شوی پشیمان

من جسم و جانِ من تو باشی
هم روح و روانِ من تو باشی

از محنت جسم و جان برد رنج
دریاب که نکته ایست چون گنج

ای باد صبا توئی وفا سنج
که خبری ز راحت و رنج

بیماری تو شفائی جانها است
غم خواری تو دوائی جانها است

. . . .

. . . .

سیاح ولا نمی کنی سیر
اوضاع جهان ز کعبه تا دیر
از فیض تو خاطری که بالید
از سبزه چرخ نازک چید
از تو دلهائی غنچه سامان
گلهائی شگفتگی بداماں
سحر است سخن گذاری تو
روشن دل راز داری تو
از راه وفائی دل گذاری
بر منزل ماه من گذاری
یک روز کرم تو ای وفا کوش
شرح هجران که کردهٔ گوش
رازی که بگوش دل شنیدی
رازی که عیان بچشم دیدی
پنهان پنهان بگوش آن ماه
القصه بگو و قصه کوتاه

مثنوی در وصف سراپا

تصنیف غلام حسین خان جوہر بدری

ای ساقیٔ بزمِ عشرت انگیز
جامِ مئے عشق ساز لبریز
یک جرعہ از آں بدہ بجوہر
بر یاد ولائی میرِ کوثر

آں مے کہ ز تاب گو حرام ست
و ز بردن عقل تیز گام ست
آں مے کہ بشرب حریفاں
سر جوش میکند دماغِ عرفاں

آں مے کہ بہ قیس کرد مجنوں
شد لیلیٰ ازو بہ کوہ و ہاموں
آں مے کہ نہاں و آشکارا
بودہ است حلال و خوشگوارا

آں مے کہ ازو بماہ کنعاں
رودادِ بلا و چاہ و زنداں
یعنی مئی عشق و مہر و الفت
ظاہر شد ازو تمام خلقت

بہتر نبود ز عشق مجازی
باشد چو حقیقی از مجازی
بشنید چو ساقی سخنور
فرمود قبول عرضِ جوہر

بخشید به من مئی محبت
از فرطِ محبت و مروت
جامی ز مئی حلال بخشید
بحر طبعم از آن بجوشید

گردید از آن مئی طرب خیز
نیسانِ طبعم گهر ریز
در وصف جمال سه لقائی
ناهید نوا و خوش ادائی

وصفِ مخلوق گر مجازیست
پنهان پنهان بکارسازیست
بر اول زینه گر نهی پا
بتوان معراج کرد ماوا

آئینهٔ حسنِ خوب رویان
شد مظهر نور و لطف یزدان
ای جوہر عرض نکته دانی
وے بلبلِ گلشن معانی

ای والهٔ دیده ماه رویان
زنجیر به پا ز زلفِ خوبان
ای سرخوشِ بادهٔ محبت
دیوانهٔ حسن خلق و الفت

ای سرمهٔ چشمِ آه و حسرت
چون آینه محو حسنِ صورت
بگیر قلمؔ به درفشانی
در وصفِ محیط نکته دانی

آگند کاغذِ کاغذِ مصفا
کن مظهر حسن آں سراپا

مسطور کجا ست وصفِ غایت
آں بہ کہ شوی بہ او مخاطب (؟)

ای مطلعِ ماہِ خوب روئی
دیباچہ نسخۂ نکوئی

ای بدرِ منیرِ نکتہ دانی
ناہیدِ سپہرِ مہربانی

اے سرو سہی قد و چشن رو
سر تا پا بتِ بہار مملو

در وصف گیسوی عنبرین موی :

گیسو چو سوادِ لیلۃ القدر
سیا چو بیاضِ مطلع الفجر

پیچ و خم موئی زوج در زوج
بحر ظلمات موج در موج

ہر تارش کہ مشکبار است
صد نافۂ مشک چیں نثار است

آں جعد مسلسل از سراپا
شب در پس صبح کردہ ماوا

در وصف چہرۂ ماہ پیکر و چشم و ابروئے آں خورشید نظر :

کردی بہ کمندِ زلفِ خمدار
تو آہوے چشم را گرفتار

رویت چو ظهورِ سورهٔ نور
آیات درو چو نور مسطور

از صبح جبیں تو نمودار
خورشیدِ عروج بخت بیدار

ابرویت ہلالِ عیدِ مشتاق
محراب دعاے جملہ آفاق

در اوج بدرچہ بے مثال است
مرہونِ تواضعش ہلال است

بردم تواضع و کرم ہا
پیوستہ بود اشارہ فرما

در وصفِ نرگسِ چشم آن گلِ گلزار خوبی :

بہ نرگس و چشمِ تو چہ نسبت
کہ سایہ و مہر و نور و ظلمت

نرگس کہ نگاہ پست دارد
کور است و عصا بدست دارد

جادو نگہت بنور عینین
مہ را بکشد بطرفة العین

نرگس بہ امید دید ہر بار
بیدار بود چو چشمِ بیمار

چشم است ہزار حشمت ای حور
این نظم کنی ز لطف منظور

با چنگل مار صید گیر است
مرغِ خاطر درو اسیر است

مژگاں کہ بچشم تست مونس
صد خار ازو بچشم نرگس

ای طبع سخنور سخنداں
غیرت بخش بہار و بستاں

یی کہ نشان سربلندیست
آثار عروج ارجمندیست

از باغ سخن چو گل بہ چینی
چوں غنچہ ز نقش بہ بینی

بینی بہ بلندی کجا ہی
بر راستت دہد گواہی

کبھی لعل لبت کند تبسم
گوہر ریزی، کبھی تکلم

از حسرت گوش پر گہر ہا
افتاد صدف چو بے جگر ہا

صد آبلہ بر جگر چو گوہر
افتاد بسینہ اش سراسر

دنداں ز مسی ست بھی درجناں
در ابر سیاہ برق خنداں

گیرند خراج ز ابر نیساں
خنداں خنداں ز روے احساں

زیبا ذقنت کہ دلفریب است
در باغ جمال ہمچو سیب است

چاہ ذقنت چو چاہ بابل
ہاروت مزد ور و بغلغل (؟)

از حسرت شوق آن براو دوش
می کشوده ہلال دست آغوش

طوق غبغب بچهره ملصق
مانند ہلال و حور مطلق

بازو از فروغ نزاکت
برداشت ز دل توانّ و طاقت

چاک دل................
چون جیب سحر دریده......

از حلقهٔ چوری مرصع
پیچید بساعد مشعشع

از دور ہلال عید ہر بار
شد حلقه بگوش چرخ دوار

از غیرت پنجهٔ حنابست
خورشید بخون طپیدنی ہست

ناخن ز حنا چو لعل رمان
در خاتم زر نگین رخشان

چون عرش که فوق نه سپهراست
زیر اش افلاک ماه مهر است

جرم گردیست ماه و خورشید
در صدر و سیا به نور جاوید

چون چهره حسنت ای دل افروز
عرش حسن است در شب و روز

لازم که بصد حسن ماربی
باشد بنظر تران سعدی

در پرده سینه نه چو زرتاب
در ابر شدند مهر و مهتاب

اندام شکم که تا به ناف است
چون آئینه صاف شنگراف است

چون مخمل خواب ناک اطلس
کم خواب ازو سپهر اطلس

میم کمر تو در بیان است
موی است بنام ولے نشان است

زیں پیش صبا ادب طراز است
در پرده چو شمع در گداز است

از طرز خرامت ای طرب گوش
شد سرو چو کبک ناله فروش

اے زہرہ نوائی جادو آواز
باروت فریب سحر پرداز

ہرگہ کہ بر من خطاب کردی
فرمائش یک کتاب کردی

ای بمائے تو ای ہلال ابرو
تاثیر نمود ہمچو . . . . جادو

ز افسون تو کرد در تہہ دل
یعنی چو پری بشیشہ منزل

تحریر نمودہ ام کتابی
سہ نام در و ز مہربانی (؟)

فردوسی اگر بہ زور خامہ
بہ فر نمود شاہ نامہ

محمود اسد احمرش داد
لک کرده نقره اش فرستاد

من هم پئی نام و یادگاری
از بهر بقائے فیض جاری

در سلکِ سخن گهر بسفتم
از دل بسی آفریں شنفتم

شاه نامه بنام شاه محمود
مه نامه بنام ماه مسعود

جز لطف ز تو حیله نخواهم
نی اشرف و زر و درهم

بس بسکه ز نام ماه پیکر
ماند به زمانه نام جوهر

با وصف سوانح زمانه
آباد شد ایں نگار خانه

هر هر انفس چو نخلِ طوبیٰ
در وصف قدت چو سرو برپا

هر پائی او باغ بستان
حیرت افزائی صد گلستان

دیوان چندا

ردیف الف

(۱)

نہاں طاقت ہے راہِ حمد میں جو ہو زباں گویا
کہ یاں جز عجز و خاموشی نہیں ہے یک جہاں گویا

نہ ہو نعتِ محمد میں کسی سے عقل آرائی
بجا رکھو ہرزہ گوئی سے زباں کو شمع ساں گویا

نہ کی راہ میں ہرگز نہ پہنچے پائے مقصد کو
چلے اس دشت میں سر سے اگر پیر و جواں گویا

رسائی کب ہے اندیشہ کو یاں جز نارسائی کے
زباں کو بند رکھو اشکِ گہر ہووے رواں گویا

بجز حق کے کوئی کب واصفِ وصفِ احمد ہو
نمایا چندا فلک پر بھی ہیں نکتہ نہاں گویا

(۲)

دل ہے دیوانہ ازل سے زلف کی زنجیر کا
کب بندھا چھوٹے ہی شانہ ایک مو تقدیر کا

ہاتھ میں کب آئی ہے افسوں سے یہ اقلیمِ دل
جز تواضع کے نہ دیکھا چٹکلا تسخیر کا

یک نگہ میں صید عالم کو کیا ابرو کماں
مرغِ دل کو بھی مرے مطلب ہے اب نخچیر کا

شعبدہ بازی سے اپنے در گزر اے مست ناز
وصل کے وعدے میں حیلہ خوش نہیں تدبیر کا

ناز چندا کو نہ ہو کیوں نوجوانی پر فلک
جس کو ہر دم ہے بھروسہ مرتضیٰ سے پیر کا

(۳)

تڑپے ہے دل پیام سے اس بے قرار کا
تسکینِ جاں ہے وقت ہو جس دم دو چار کا

دل سے کیا ہوں وعدہ کہ یک روز پی کے مل
سرمست ہو کے قصد کروں لالہ زار کا

یک عمر ماہرو سے ز بس ہم نشین ہوں
قابو پڑا کبھو نہیں بوس و کنار کا

ہر چند راہِ عشق میں دل پائمال ہے
روزِ جزا میں رتبہ ہے اس انکسار کا

چندا کو بخش یا علی اپنی جناب سے
رتبہ جو دو جہان میں ہو اقتدار کا

(۴)

میں پوچھا دل سے اپنے اب بھلا تو یار ہے کس کا
کہا اس دور میں کہہ رونقِ بازار ہے کس کا

نظر آتا نہیں وہ بت، نہ کچھ الفت ہی ٹوٹی ہے
چھپا منکے میں منکے رشتہ زنار ہے کس کا

نگہ یہ آشنا ہے چشم کے اور انتظاری میں
برنگِ بلبل اب محو گلِ گلزار ہے کس کا

مجھے پہلے ہی راغب کر پھر آخر دے چلا ٹالا
اگر انکار ہے تیرا تو پھر اقرار ہے کس کا

نہیں جز مدح مولا کے سنا کوئی سخن لب سے
دلِ چندا الٰہی مخزنِ اسرار ہے کس کا

(۵)

آنے کا منتظر ترے بیدار ہی رہا
لٹکا پر ایک پا کا گراں بار ہی رہا

ساغر مجھے کبھی نہ دیا تو نے ایک بار
ہمراہ نت رقیب کے سرشار ہی رہا

یہ رشتہ وہ ہے عشق کا اے صاحبِ کنشت
جب تک کہ زندگی ہے وہ زنار ہی رہا

وعدہ خلافیوں پہ تمہارے تو اے صنم
جس وقت دیکھا سہ کو تو ناچار ہی رہا

ثابت قلم ہے جو کوئی چندا کے عشق میں
صف میں وہ عشق بازوں کے سالار ہی رہا

(٦)

ہم سے کرے ہے یار بیاں اپنی چاہ کا
حاضر ہیں ہم بھی گر ہو ارادہ نباہ کا

ابرو کماں کو کھینچ کے کی اس طرف نظر
تب سے پڑا ہے کھٹکے میں ناوک نگاہ کا

سب کو فغاں تھی میری ترے در پہ اے صنم
تو بھی تو گوش زد نہ ہوا نالہ آہ کا

اے یار بے خبر تجھے اب تک خبر نہیں
کب کا گزار ہو گیا کوچے میں ماہ کا

چندا کو دیکھنے کی جو خواہش کرے کوئی
رکھتا ہو وصف اپنے میں وہ عز و جاہ کا

(۷)

عالم تری نگہ سے ہے سرشار دیکھنا
میری طرف بھی ٹک تو بھلا یار دیکھنا

ناداں سے ایک عمر رہا مجھ کو ربطِ عشق
دانا سے اب پڑا ہے سروکار دیکھنا

گردش سے تیری چشم کے مدت سے ہوں خراب
تس پر کرے ہے مجھ سے یہ اقرار دیکھنا

ناصح عبث کرے ہے منع مجھ کو عشق سے
آجائے وہ نظر تو پھر انکار دیکھنا

چندا کو تم سے چشم یہ ہے یا علی کہ ہو
خاکِ نجف کو سرمۂ ابصار دیکھنا

(۸)

اٹھا جو چلہ کش ابرو کماں دلگیر ہو گویا
کھٹکتا دل میں وہ بیٹھا نگہ کا تیر ہو گویا

ہوا ہوں اس طرح زندان غم میں گھل کے کاہیدہ
ترے مجنوں پہ خنداں حلقہ زنجیر ہو گویا

کیا یہ وضع اس نقاشِ قدرت نے عجوب کیا ہے
جو میرے غنچہ لب سے صورتِ تصویر ہو گویا

نگہ کی تیغ کو جب کھینچ کر وہ گھات پر آوے
زبانِ شکر سے اس دم دلِ نخچیر ہو گویا

مجھے پاسِ ادب یاں تک ہے مولا کے مناقب میں
زبانِ خامہ کب چندا سر تحریر ہویا گو

۱

(۹)

اٹھایا جورِ بے حاصل جو ایسا ہی مقدر تھا
مجھے تنہا ہی رہنا آپ کے ملنے سے بہتر تھا
فقط سلکِ گہر دنداں نہیں تھے آبداری میں
لبِ خوش رنگ بھی ہر ایک گویا لعلِ احمر تھا
نہ سمجھا تھا محبت کی لڑی توڑے گا آخر تو
او اہلِ کان الفت میں سخن تیرا تو گوہر تھا
گدا کے حال پر تو نے نظر کا ہے نہ کی ظالم
کیا یہ فرض ہم نے سر ترے شاہی کا افسر تھا
شناسائی ہوئی ذاتِ الٰہی سے تو کیا باعث
تجھے چندا شہنشاہِ نجف کا عشق رہبر تھا

(۱۰)

زہے نوروز عشرت آفریں جوشِ بہار افزا
گل افشاں ہے کرم تیرا چمن میں دہر کے ہر جا
نہ پوچھو کوئی عیش و خرمی کو عہد میں اس کے
کہ جس کے فیض سے گھر گھر ہے دورِ ساغرِ صہبا
ارسطو جاہ وہ فرخ نژادِ اہلِ عالم ہے
کہ جس کے فضل و بخشش کا جہاں میں ہے علم برپا
دعا ہے یہ سوالی کی تصدق سے ائمہ کے
رکھے سائے میں اپنے لطف کے تجھ کو علی مولا
نہیں کچھ زیب اے مہرِ سپہرِ معدلت اس میں
عیاں چندا پہ جو کچھ ہے نوازش یہ کرم فرما

ردیف ب

(۱)

نہ گل سے ہے غرض تیرے نہ ہے گلزار سے مطلب
رہا چشم نظر شبنم میں اپنے یار سے مطلب

یہ دل دامِ نگہ میں ترک کے بس جا ہی اٹکا ہے
بر آوے کس طرح اللہ اب خونخوار سے مطلب

بجز حق کے نہیں ہے غیر سے ہرگز توقع کچھ
مگر دنیا کے لوگوں میں مجھے ہے پیار سے مطلب

نہ سمجھا ہم کو تو نے یار ایسی جاں فشانی پر
بھلا پاویں گے اے ناداں کسی ہشیار سے مطلب

نہ چندا کو طمع جنت کی نے خوفِ جہنم ہے
رہے ہے دو جہاں میں حیدرِ کرار سے مطلب

(۲)

ہو سکے ہے کب ترے چہرے کے ہمسر آفتاب
کو رکھے ہے نور کی خلعت کو در بر آفتاب

آکرے ہے در پہ تیرے جبہہ سائی ہر سحر
اس لیے چشم خلائق کو ہے منظر آفتاب

جب کرے چہرے کو اپنے وہ پری نقش و نگار
ہر سحر لاوے یہاں آئینہ در بر آفتاب

حسن کے شعلے سے تیرے جب کہ ٹپکے ہے عرق
شرم سے بس ابر کے دامن میں ہے تر آفتاب

ڈر نہ ذرہ بھر بھی چندا ظلمت امکاں سے
ہے ترا حامی علی دو جگ کا مظہر آفتاب

(۳)

ساقی ہے گرچہ بے شمار شراب
نہیں خوشتر سوائے یار شراب
قتل پر کسی کے آج ہوتی ہے
توسنِ حسن پر سوار شراب
رکھ کرم پر ترے نظر مجرم
نوش کرتے ہیں بیشمار شراب
ان کو آنکھیں دکھا دے ٹک ساقی
چاہتے ہیں جو بار بار شراب
یا علی حشر میں دو چندا کو
آب کوثر کی خوش گوار شراب

(۴)

دل ہو گیا ہے غم سے ترے داغدار خوب
پھولا ہے کیا ہی جوش سے یہ لالہ زار خوب
کب تک رہوں حجاب میں محروم وصل سے
جی میں ہے کیجے پیار سے بوس و کنار خوب
ساقی لگا کے برف میں مے کی صراحی لا
آنکھوں میں چھا رہا ہے نشے کا خمار خوب
آیا نہ ایک دن بھی تو وعدے پہ رات کو
اچھا کیا سلوک تغافل شعار خوب
ایسی ہوا بندھی رہے چندا کی یا علی
با صد بہار دیکھے جہاں کی بہار حوب

(۵)

شب کو بغل میں تنگ تھا وہ پر حجاب خوب
دیکھا ہوں صبح آئینہ میں آب و تاب خوب

شمشاد و سرو باغ میں کیا دب کے رہ گئے
دیکھا جو اُس کا مصرع قد انتخاب خوب

ذرے کی کیا مجال گلے مہر کے ملے
بس ہے یہ ایک بوسہ لب بے حجاب خوب

آگے تھے اک فسانے پہ چڑیا کے ہم سے خوش
کرنے لگے ہو اب تو سوال و جواب خوب

چندا جو دیکھے یا علی کعبے سے تا نجف
راہِ خدا میں اُس سے نہیں کچھ صواب خوب

(۶)

سوتا ہے ساتھ اپنے وہ گل عذار ہر شب
صد شکر دیکھتے ہیں کیا کیا بہار ہر شب

شاید کہ میرے گھر میں وہ رشکِ ماہ آوے
رہتا ہوں اس لیے میں امیدوار ہر شب

پھر لو لگی ہے مجھ کو کس شمع رو کی ہے ہے
دل ان دنوں رہے ہے کچھ بے قرار ہر شب

خود صید ہو گئے ہیں اب دام میں کسی کے
کرتے تھے آپ باہم تازہ شکار ہر شب

میدانِ حشر میں تم چندا کے کام آنا
بس التجا ہے اتنی دُلدل سوار ہر شب

ردیف پ

(۱)

تمھاری زلفوں کے جیسے ہیں پیچ و تاب میں سانپ
کسی نے دیکھے نہیں ایسے کالے خواب میں سانپ

جھلک جو زلفِ معنبر کی خواب میں دیکھی
پھرے ہیں رات سے اس دیدۂ پُر آب میں سانپ

نہیں ہے زلف کی لٹ اُس رخِ معرق پر
یہ اوس چاٹنے نکلا ہے ماہتاب میں سانپ

اگر ہو چیں بجبیں جام دے وہ بادہ گسار
ہزاروں آویں نظر ساغرِ شراب میں سانپ

جنابِ شاہ نجف کا جو مارے دم چندا
پٹک پٹک کے رہے پھن کو اضطراب میں سانپ

ردیف ت

(۱)

آپ گردن تو ہلا دیتے ہیں ہر بات کے وقت
یہ غضب ہے کہ مچل جاتے ہیں پھر گھات کے وقت

آنکھ بھی پھڑکے ہے اور بھوں بھی ہلی جاتی ہے
ان کی چتون کو ذرا دیکھو اشارات کے وقت

چشمِ بد دور بہم ہوتی ہیں کیا کیا چھلیں
بلکہ الفت کی ترقی ہے ملاقات کے وقت

جابجا ہوتے ہیں اس بات کے دن کو چرچے
تم جو چھپ چھپ کے کہیں جاتے ہو ہر رات کے وقت

لڑکے چندا تو جبیں سائی شہ سرداں سے
مانگ لے دولتِ کونین عنایات کے وقت

(۲)

بندھے عقدہ کشائی کی نہ کیوں ہر کار میں صورت
ملے ہے اسمِ اعظم کی جو میرے یار میں صورت
ہوا زیبا بدن گرو تمھارا خلق جس دن سے
نہ دیکھا وہ زمانے میں کسی گلزار میں صورت
تصدق اس لیے ہوں میں جواہر پوش کے یکسر
نظر آجائے اس کے دل کی تو سر ہار میں صورت
میں دیکھا تھا کئی باری میں اس ناداں کو چکر سے
کبھی آتی ہے وہ بھی ہر نگہ کی تار میں صورت
رہے چندا نہ کیوں کر سرتضیٰ کی یاد میں ہر دم
اگر کچھ مخلصی کی ہے تو اس کردار میں صورت

(۳)

سر ہجومِ گل سے اپنے کیا خوش آئی ہے بسنت
باغ میں گرو کے آگے رنگ لائی ہے بسنت
جوششِ گرو سے مجھ کو کب خوش آئی ہے بہار
گرچہ رعنائی کا اپنے ساز لائی ہے بسنت
سرکش و زرپوش ہو جب تو کیا نازک خرام
بھول سے تیرے لیے منڈوے کی چھائی ہے بسنت
جلوہ گر ہو یار جب بر میں کیا رنگیں قبا
جس طرف کیجے نظر دھومیں مچائی ہے بسنت

سر کو اپنے کر تصدق آکے پھر مثلِ گدا
تیرے در پر یا علی چندا نے گائی ہے بسنت

(۴)

تو نے کی شرطِ وفا مجھ سے ادا صد رحمت
دل مرا لے لیا اور پھر نہ دیا صد رحمت
گر تجھے عار ہے ملنے سے مرے اے ظالم
کیوں کیا عقل کو تو مجھ سے جدا صد رحمت
سود و نقصان کی نہیں مجھ کو غرض دنیا سے
میں رکھوں تیری خوشی تو ہو خفا صد رحمت
غمزہ و ناز و ادا کر کے مرے دل کو لیا
اس لیے کرتا ہے بیدل پہ جفا صد رحمت
چندا جو کوئی ہے خدامِ جنابِ مولا
اُس پہ ہے صبح و مسا نامِ خدا صد رحمت

(۵)

کرے یک جو کے دانے کے لیے جو ابتدا غفلت
نہ پوچھو ہوش کی اُس کے ہو جس کی انتہا غفلت
رکھے ہے ہر پرِ پرواز میں سیرِ دو عالم کو
کبھی ٹک صیدِ دل ہو دام سے تیرے رہا غفلت
پری رو نشہ بخشے ہے نگاہِ مست سے اپنے
پریشاں دل تھا اپنا اُس پہ زلفوں کی جدا غفلت
بڑی جرأت ہے اُن کی جو ہیں تیری ہم نشینی میں
یہ تیری یک نگہ نے دل پہ میرے کی ہے کیا غفلت

کرو اب تفضل سے چندا کو اپنی یا علی بخشش
رہے تا دور اُس کے دیدۂ دل سے جدا غفلت

(۶)

روبرو کب ہو لبِ لعل کے قلبِ یاقوت
نام سن جس کا اُتر جائے ہے آبِ یاقوت

رخصتِ بوسہ دیا پان چبا کر ظالم
اپنی قسمت میں مگر تھا یہ حجابِ یاقوت

لڑکے عاشق کی طرف چیں بہ جبیں دی گالی
مثل نیلم کے ہوا رنگ خرابِ یاقوت

پہونچے کی جب ترے آ جائے ڈھلک پہونچی پر
فندقِ دست سے ملتا ہے جوابِ یاقوت

یا علی کیجیے فردوس میں چندا کو عطا
لعل کا قصر کہ ہووے جسے بابِ یاقوت

(۷)

شیشۂ دل کو دیا ہوں تیرے ہات
چور یا ثابت ہو رکھ تو اپنے سات

کعبہ دل ہی سمجھ کر اپنا گھر
اے بتِ تا سہرہاں رہ ایک رات

انتظار آخر ہوا اے گل عذار
غنچۂ لب سے نہ کی پر تو نے بات

دو ہی دن ملنے میں تم گھبرا گئے
پھر خدا ہی جانے کب ہو ایسی گھات

روبرو چندا کے ہووے کیا عجب
مشتری و زہرہ و پرویں کو مات

(۸)

اے حضرت دل کیجے نہ آہنگ خرابات
کچھ ان دنوں بگڑا ہے بہت رنگ خرابات

یوں اُس کے سرے نشے میں ہے صلح کا عالم
جس طرح کہ مستوں میں رہے جنگ خرابات

انگور کا دانہ ہے ہر اک آبلۂ پا
طے ہوتے ہیں کس لطف سے فرسنگ خرابات

غش کھائے ہے جی سنتے ہی لہرائے ہے دل بھی
بجتی ہے عجب لے سے نے و چنگ خرابات

یا ساقیِ کوثر یہی چندا کی دعا ہے
یہ دور رہے ان سے جو ہے ننگ خرابات

ردیف ث

(۱)

صرف ہو گر عیش میں پیری، جوانی ہے عبث
گر نہ ہووے تو بغل میں زندگانی ہے عبث

جاں فشانی پر سری گو رحم آیا بعد عمر
گر نہ ہو دل سے بظاہر مہربانی ہے عبث

آہ و نالہ پر سرے کیا داد دی ہے مہرباں
وائے قسمت سن کے بولے قصہ خوانی ہے عبث

غیر سے ہوتا ہے کیوں تو مختلط ہر بزم میں
گر یہی صورت ہے میری جاں فشانی ہے عبث

بخشتا ہے ہر گدا کو تو دو عالم یا علی
در پہ کب چندا کو تیری پاسبانی ہے عبث

(۲)

یکایک ہم سے تو بے دل ہوا ہے اس کا کیا باعث
مگر دل اپنا دے غیروں کو ہم پر ہو جفا ، باعث

نہ تھا گل رو سے یا غنچہ دہن سے کام گلشن میں
خرابیٔ جان و دل کا کس لیے یاں تھی صبا باعث

جفا کرنے میں تجھ کو بے بدل گرچہ کیا حق نے
ولے ہوتی ہے ہر اک دم مری مجھ کو وفا باعث

نہیں ہے کچھ مرا نقصان گو غیروں کے ملنے سے
نہیں ملتے ہو مجھ سے کیا سبب کیا وجہ کیا باعث

بہ یمنِ آلِ احمد ہے یقیں چندا کو محشر میں
کہ ہووے جرم بخشی کو علیِ مرتضیٰ باعث

ردیف ج

(۱)

دل میں میرے پھر خیال آتا ہے آج
کوئی دلبر بے مثال آتا ہے آج

کیوں پڑا ہے بے ہوش اٹھ ہاتف سے اب
ہے ندا صاحب جمال آتا ہے آج

سنگِ رہ ہوں ایک ٹھوکر کے لیے
تس پہ وہ دامن سنبھال آتا ہے آج

مشتری و زہرہ باہم سعد ہیں
اس لیے ابر و ہلال آتا ہے آج

تم سوا چندا کے دل میں یا علی
کس کی عظمت کا جلال آتا ہے آج

ردیف ج

(۱)

لطف سے گر تو بلاوے اپنے میخانے کے بیچ
سب ہوس پوری ہو اپنی ایک پیمانے کے بیچ
کب مٹائیں اشک داغِ دل کو گل رو لا علاج
اب رہائی ہے دلِ عاشق کی گل کھانے کے بیچ
بے تکلف ہے مرا آئینہ رو تیرے سوا
بار ہو کس کو مرے دل کے پری خانے کے بیچ
عیش میں حیلہ حوالہ ہے نظر تالیف پر
ہووے کب تسکین میری ایسے بہلانے کے بیچ
یا علی چندا کو ہے یہ مدعا اللہ سے
عیش ہووے روز و شب میرے سیہ خانے کے بیچ

(۲)

آلا بالا نہ بتا ملنے میں ہر بات کے بیچ
وعدے کا کب ہے تحمل دلِ بیتاب کے بیچ
کیمیا کے لیے ناحق نہ سہوس ہو خراب
جو چمک عشق میں ہے کب ہے وہ سیماب کے بیچ
عشق کی موج رکھے ہے کئی دریا بکنار
دلِ نادان نہ بڑھ دیکھ تو گرداب کے بیچ
ماہرو سج کے بنا غرقِ جواہر ہو کر
سیر دریا کا کرے ہے شبِ مہتاب کے بیچ

دل سے آنکھوں سے یہ چندا بجنابِ مولا
سر سے پا تک ہے مقصر سبھی آداب کے

(۳)

مرغِ دل پھنس گیا ہے زلف سیہ فام کے بیچ
کوئی صورت ہے رہائی کی نہ اس دام کے بیچ

بزم سے میں سبھی سرشار ہیں ساقی دے مجھے
تیرے پینے سے جو باقی ہو الش جام کے بیچ

کس لیے مجھ سے کیا وصل کا وعدہ ظالم
تجھ کو میں صبح و مسا دیکھتا ہوں کام کے بیچ

. . . .

. . . .

یا علی تم سے ہے چندا کو یہ امید قوی
دین و دنیا میں رہے لطف سے آرام کے بیچ

(۴)

ہے عاشقی میں زعم ہر اک کو وفا کے بیچ
ثابت قدم ہو کم کوئی تیری جفا کے بیچ

پھنچائی آہ ہو نہ مجھے زلف یار کی
یہ ان دنوں غبار ہے میری صبا کے بیچ

جور و جفا سوائے نہیں ذرہ تجھ کو رحم
یہ میرا صبر دیکھ ہوں تیری رضا کے بیچ

اغیار سی نظر ہی کرے ہے تو یار پر
دیکھا نہ ایسا لطف کسی آشنا کے بیچ

یہ ہی مراد و مقصد و مطلب ہے یا علی
چندا پہ لطف و رحم ہو ہر دوسرا کے بیچ

ردیف ح

(۱)

حق نے وہ صفحۂ امکاں پہ کیا یار کی طرح
جس نے دیکھا سو بنا صورتِ دیوار کی طرح

رہتے ہیں درپۓ ایذا وہ ہر اک وقت سے
دل میں ساکن ہیں ہمارے وہ ستمگار کی طرح

زہد و تقویٰ ہوئے رخصت کہ میں بےہوش ہوا
کچھ جمی آنکھوں میں بےطرح وہ میخوار کی طرح

کیوں طبیب اب نہیں کرتا ہے علاجِ دلِ ریش
کیا خوش آئی ہے ترے جی میں یہ بیمار کی طرح

ہووے چندا بھی وہ روضے کے تصدق یا شاہ
روز و شب شمس و قمر جس پہ ہیں زوار کی طرح

ردیف خ

(۱)

آج کرتا ہے لباس اپنا بتِ گلفام سرخ
ہے دوگانہ شکر کا عاشق کا ہو انجام سرخ

ہر سحر لازم حذر ہے عشق میں اس ترک کے
ہو مبادا خونِ ناحق سے نہ کوئی شام سرخ

شاخِ گل میں کب ادا ہے وہ چمن کی ساقیا
خوشنما جیسا ہے تیرے ہاتھ میں یہ جام سرخ

مرغِ دل اپنا بھی نازک اس قدر ہے کب پھنسے
جب تلک ہووے رگِ گلشن نہ بلبل دام سرخ

یا علی چندا کا ہووے صفحۂ دنیا پہ نقش
جس قدر شاہوں کا قائم ہے نگیں پر نام سرخ

(۲)

نہیں ملتا نہ مل بھر خدا رخ
دکھا ٹک بے وفا جادو ادا رخ

کیا جلوے میں ہے جا ایک عالم
فقط میرا نہیں یہ دل ربا رخ

نہ پوچھو انتہا کی کوئی اُس کے
خداق کا ہوا جو ابتدا رخ

اگر گل رو نہیں ملتا ہے کھل کر
بھلا تو مت چھپا مجھ سے صبا رخ

غرض چندا کو ہے کیا شش جہت سے
دکھا دے اب نجف کا مرتضیٰ رخ

(۳)

مجھ پر نہ کیوں رہے تری ترچھی نگاہ شوخ
اوروں سے کب کیا ہے بھلا تو نباہ شوخ

کب بوالہوس کو عشق میں منزل ہو جسم کی
ہے جادۂ نگاہ سے آہو کی راہ شوخ

دونوں طرح ہیں یاد اسے دلبری کے ڈھب
محجوب ہم سے خواہ رہے یار خواہ شوخ

کسریٰ سے لے کے آج تلک چشم دہر میں
دیکھا نہ تجھ سا اور کوئی اہلِ جاہ شوخ

گردن فراز کیوں نہ ہو چندا کی یا علی
ہے سر پہ اُس کے لطف کی تیرے کلاہ شوخ

(۴)

ہوئے جناب میں اب تک نہ تیرے ہم گستاخ
خدا کے واسطے ہم سے نہ ہو صنم گستاخ
چھپایا راز محبت کو دل میں پر ہیہات
کرے ہے نام مرا بد یہ چشمِ نم گستاخ
جو آوے جی میں سو کہہ لے میں ہوں وا ہے پیارے
رہوں ہزار حضوری میں پر ہوں کم گستاخ
کہا گلے سے لگا لے تو التفات نہیں
کہے ہے تس پہ مجھے کیوں تو دمبدم گستاخ
یہی امید ہے چندا کو خوب رویوں میں
رکھے ہمیشہ ترا یا علی کرم، گستاخ

ردیف د

(۱)

ترے کوچے سے جب آتی ہوئی دیکھا صبا بے خود
گرا جا کر وہیں قدموں پر اُس کے سر جھکا بے خود
مجھے محروم رکھ ہرگز نہ اپنے لطف سے پیارے
ازل سے میں ہوں جان و دل سے تیرا مبتلا بے خود
تصدق نام پر تیرے کہ و مہ ہیں سبھی لیکن
کسی نے عشق میں تیرے نہیں مجھ سا سنا بے خود
کیا تھا وہ قدم رنجہ کسی دن باغ میں اب تک
ہم سرنگوں ہیں سرو بھی تھیچ کر رہا بے خود (؟)
مجھے دو سرخروئی دوجہاں میں اپنی بخشش سے
سدا مولا سے چندا مانگتی ہے یہ دعا بے خود

(۲)

کچھ دن کرے صیاد کو اللہ جو مرا صید
گردوں میں سبھی دام سے یک دم میں رہا صید

اب مژدہ بہار آنے کا سنتے ہی میں (؟)
تڑپا یہ کہ کچھ بال و پر اپنے نہ رکھا صید

کیا دام میں گیسو کے پھنسا ہے دلِ دانا
یوں مفت گرفتارِ اجل آ کے ہوا صید

دیکھے ہے سوا تیرے نہ پھر آنکھ کسی کو
اس آہوئے دل کو مرے تو کیسے کیا صید

تم سے یہ توقع مرے مولا ہے جہاں میں
چندا کرے اعدا کے تئیں اپنے سدا صید

(۳)

اگر ہو کچھ بھی مری آہ کارگر صیاد
رہے نہ دل میں ترے ظلم کا اثر صیاد

میں اپنے آپ ہی سے دام میں پھنسا لیکن
تری کہاں تھی مرے صید پر نظر صیاد

ازل سے مرغِ دل اپنا ہوا ہے صید ترا
کبھی نہ بھولے سے کر اس طرف گزر صیاد

تڑپ کے جان تو یوں دے رہا ہے تیرا صید
جئے گا اور کوئی دم جو بے خبر صیاد

یہ مدعا ہے مرا تم سے یا علی ہو قبول
عدو کی شام یہ چندا کی ہو سحر صیاد

(۴)

بتا دے گا ہمارے دل کو جو کوئی عیاں مقصد
کریں ہم اس سے اسرارِ خفی کا بھی بیاں مقصد

کبھی اے غنچہ لب اے چشمِ نرگس اس طرف بھی تو
نظر کیجو کہ تا ہووے ہمارا گلستاں مقصد

جو ہووے روبرو اس کے مری تصویر بھی شاید
لبِ خاموش سے اپنے کرے کل یک جہاں مقصد

اٹھایا کب کوئی پیرِ فلک سے فائدہ اب تک
وہی دے داد بھی الفت کی جو ہووے جواں مقصد

ازل سے یا علیؑ مرتضیٰ تجھ پر فدا ہوں میں
ہر اک سجدے سے چندا کو ہے تیرا آستاں مقصد

(۵)

کرے گا جو گلی میں اُس کے تو اپنا گذر قاصد
سوائے آہ کے کیجو نہ میرا حال سر قاصد

لکھا اُس کے لیے خونِ جگر سے نامہ رنگیں
کہ تا دل پر کہیں بے رحم کے ہووے اثر قاصد

کہاں پاویں خبر دل کی کراماً کاتبیں حق ہے
رسائی غیر کی کب ہو نہ ہو جب تک نظر قاصد

جو پوچھے ہجر کی حالت مری وہ بے وفا ہنس کر
تصدق ہو کے کہہ یا آہِ سرد و چشم تر قاصد

برائے مدعا چندا کا یا شاہ نجف جلدی
یہ کرنا عرض حشمت آستاں پر سر کو دھر قاصد

(۶)

گرچہ گل کی سیج ہو تس پر بھی اُڑ جاتی ہے نیند
سر رکھوں تلووں پہ جب تیرے مجھے آتی ہے نیند

دیکھ سکتا ہی نہیں آنکھوں سے ٹک آنکھیں ملا
منتظر ہے مثلِ نرگس تیری شرماتی ہے نیند

جب سے یہ مژگاں ہوئے در پر ترے جاروب کش
روبرو تب سے سری آنکھوں کے ٹل جاتی ہے نیند

دھیان میں گل رو کے چین آتا نہیں افسانہ گر
لے صبا سے گاہ بوئے یار بہلاتی ہے نیند

اشک تو اتنے بہے چندا کہ چشمِ خلق سے
قرۃ العینِ علی کے غم میں بہہ جاتی ہے نیند

ردیف ذ

(۱)

گر لکھوں چشم کی شوخی، ہو پر افشاں کاغذ
وصف میں رخ کے ترے ہووے گلستاں کاغذ

دردِ دل کو کبھی تحریر کروں حرف بہ حرف
سیل میں اشک کے ہو کشتیِ طوفاں کاغذ

گر تجھے میری ہے خواہش تو ملوں گا اس شرط
تو کہے راست کہ دیتا ہوں میں پیماں کاغذ

نامہ بر یوں ہے تری راہ میں بلقیس یہ چشم
دیوے جس طرح سے ہُدہُد کو سلیماں کاغذ

یا علی خطِ کنیزی ہے جو چندا نے لکھا
ہووے زوّار نجف ہے یہ نمایاں کاغذ

(۲)

روک یہ لگنہ بد کر ہے قاتل تعویذ
اپنے بازو میں تو رکھ کر کے سرا دل تعویذ

اس لیے یار کا نامہ ہے برابر دل کے
کام آوے یہ کسی دن دمِ مشکل تعویذ

شرف مُہر میں اب خونِ جگر سے کر نقش
بھر کے دیتا ہوں جو لے جاتا ہے حاسل تعویذ

جیسے الماس جگر خار یہ لٹکن میں سجا
دیکھے ہے یار کے سر پر سبھی محفل تعویذ

مجھ کو خواہش نہیں چندا جفر جامع سے
دل پہ ہے حبِ علی کا سرے کامل تعویذ

ردیف ر

(۱)

آئینہ سکندر کا نہیں دل کے برابر
ظالم نہ سمجھنا کہ ہے یہ سل کے برابر

سو بار سنا جشن بھی جمشید کا ہم نے
لیکن نہیں دیکھا تری محفل کے برابر

پرویز کو نسبت نہیں فرہاد سے شیریں
ناقص نہیں ہوتا کبھی کامل کے برابر

کب طوطی تصویر ہوا طوطی گویا
جاہل کو نہ اعزاز ہو کامل کے برابر

ہاں بندگیٔ شاہِ نجف خوب ہے چندا
ہے شاہ کوئی اس شہِ عادل کے برابر؟

(۲)

ہے خبر پھر باغباں گلشن میں آئی ہے بہار
دیکھیے کس پر بلائے تازہ لاتی ہے بہار

یہ کہاں طاقت ترے رخ کے برابر ہو سکے
گرچہ کہنے کو سدا جوبن دکھاتی ہے بہار

کون ہے گم گشتہ اب دیوانہ مجھ سا فصل میں
کھوج کو جس کے چراغِ گل لے آتی ہے بہار

منتظر ہے چشمِ عالم مثلِ نرگس ہر طرف
دیکھیں کس کا اب چمن میں دل جلاتی ہے بہار

مثلِ بلبل جو آ دیکھے غزل خواں کیوں نہ ہو
یا علی چندا ترے گلشن سے پاتی ہے بہار

(۳)

گرچہ قدموں سے ترے ظاہر میں ہوں ہرچند دور
جان و دل سے ہوں تصور میں مگر تیرے حضور

رنگ و بو پرواز میں کیوں ہے گلوں سے عندلیب
کیا کسی خانہ برانداز چمن کا ہے ظہور

یاد میں کس پُر جفا برق تجلی کے ہوں میں
اشک سے میرے گھٹا ہے سخت باراں کا وفور

جس نے کی تحقیق ہردم چشمِ دل سے یار کی
مردِ حق بیں اس جہاں میں ہے وہی صاحب شعور

سرفرو ہرگز نہ ہو چندا کسی سے دہر میں
ہے جنابِ مرتضیٰ کی ہے کنیزی کا غرور

(۴)

عنبریں خط سے مرے خورشید مت ہونا دو چار
خال سے تیرے خجل ہے نافۂ مشکِ تتار

ہے صراحی غنچہ ساغر گل ہے صحنِ باغ میں
یار ساقی ہو برستا ہووے ابرِ نوبہار

گرچہ عالی قدر ہے وہ بے مثال اس دہر میں
پر خدا آغوش میں لاوے ہمارے ایک بار

گلبدن غنچہ دہن وہ سرو قد یک بار بھی
خوش خرام آوے اِدھر کو جی کروں اپنا نثار

کیوں نہ ہو تسخیر یکسر مالکِ سیف و قلم
ہے مدد کو دہر میں چندا کے شاہِ ذوالفقار

(۵)

ساقی دے مجھ کو جامِ مئے ارغوان بھر
ہے تن میں مردہ دل مرا تو اس میں جان بھر

خالی متاعِ حسن سے ہوں چشمِ منتظر
اور مفت ہی میں آئینہ لے یوں دوکان بھر

جی تو تڑپ چلا ہے پہ بچتا ہوں دوستو
ملنے کا اُس کے مژدہ ابھی دے جو کان بھر

شاہ و گدا تو دنگ ہوئے رقص پر ترے
عاشق ہے نیم جان ، نئی لے سے تان بھر

چندا کو یہ امید ہے یا مرتضیٰ علی
صدقے میں دے حسین کے موتی سے خوان بھر

(۶)

ہے کہاں غیروں کو تیری دلربائی کی خبر
جس سے سنتا ہوں ہے تیری خود نمائی کی خبر
کعبہ دل توڑ کر کرتے نہ ہم بت خانہ اب
ہوتی گر ہم کو صنم کی بے وفائی کی خبر
واہ کیا قسمت ہے میری جانفشانی پر مجھے
دی رقیب روسیہ نے نارسائی کی خبر
بال و پر ہم نے نکالے آشیاں سے دام میں
ہم صفیرو! پر نہیں اب تک رہائی کی خبر
حضرت آدم سے چندا حشر تک مشہور ہو
ہے جناب مرتضیٰ کی رہنمائی کی خبر

(۷)

جب ہوا صحن چمن میں خسرو گل کا گذار
عندلیبوں نے کیے ہر سمت سے مجرا پکار
سن کے یہ آواز خوش دل نے کہا مجھ سے کہ اٹھ
چل بسنتی پوش ہو کر تو بھی اب دیکھیں بہار
الغرض پہنچا ہے اس جشن فریدوں فر تلک
مسند آرا اس جگہ دیکھا امیر نامدار
وہ نتیجہ ہے کے و خسرو کا جس کے روبرو
رعب سے نام سخاوت لے نہ حاتم زینہار
مدعا چندا کا ہے یہ اب ارسطو جاہ سے
فیل و زر بخشش تو کی جاگیر کا بھی ہو شمار

ردیف ز

(۱)

کب ہے طریقِ عشق میں رہبر کا غم ہنوز
ہے چشم رہنما مجھے نقشِ قدم ہنوز
انکار تجھ کو قتل سے میرے ہی تھا مگر
شکرِ خدا حنا کا رہا خون جم ہنوز
غیروں کو چشمِ رحم سے دیکھے ہے بزم میں
آہو نژاد کو ہے فقط مجھ سے رم ہنوز
کیا کیا رکھا تھا چشمِ توقع نہ یار سے
اب تک ہوا نہ راست وہ ابرو کا خم ہنوز
چندا کو حبِ آلِ عبا جوش پر ہے یوں
ہے جس قدر زیادہ وہ سمجھے ہے کم ہنوز

(۲)

نہیں کنجِ قفس میں رنج کچھ صیاد سے ہرگز
نہ بھولے اتنا وہ ظالم پر اپنی یاد سے ہرگز
کیا اُس کے لیے ہوں ضبط آہ و نالہ فرقت میں
نہ وہ شکوہ کرے ظاہر مری فریاد سے ہرگز
کریں چاکِ قفس انساں لہو سے فصل میں گل کے
سناؤ مت اسیروں کو خبر آزاد سے ہرگز
بنایا یار کی صورت کو وہ نقاشِ قدرت نے
کھچے نقشہ نہ ایسا مانی و بہزاد سے ہرگز
توقع ہے یہی چندا کو ہردم دین و دنیا میں
نہیں بھولے گی یا مولا تجھے امداد سے ہرگز

ردیف س

(۱)

صبح کے اس طرح سے نکلا وہ طرحدار کہ بس
جان و دل ہو ہی گیا دیکھ گرفتار کہ بس

کوہ کن پر بھی کیا جور مگر شیریں نے
تو نے اس طرح کیا ہے مجھے بیزار کہ بس

ماہ رو خواب میں کب نظر آیا مجھ کو
شب شماری میں رہا یوں دلِ بیدار کہ بس

ہیں جفا کار ، دل آزار ہزاروں لیکن
چشمِ عالم نے نہ دیکھا یہ ستم گار کہ بس

مجھ سے چندا نہ ہو کچھ حاضر و غایب تعریف
ہیں مدد پر مرے یوں حیدرِ کرار کہ بس

(۲)

ملایا کر تو اس کی انکھڑیوں سے آنکھ کم نرگس
نہ کر یوں دیدہ و دانستہ اپنے پر ستم نرگس

مقابل اب ہوا چاہے ہے اس کی چشمِ شہلا کے
نہیں رکھتی ہے آنکھوں میں مگر کچھ اپنے نم نرگس

نظارے کو وہ کلرو سرمہ گیں آنکھوں سے آتا ہے
نظر آتا نہیں رہوے چمن کا کچھ بھرم نرگس

ہوا ہے جب سے وہ رشکِ چمن ایجاد عالم میں
کیا چاکِ گریباں گل نے ہے تب سے قلم نرگس

یہ دو آنکھیں تو کیا ہوں چار ہر چندا کو خواہش ہے
جنابِ مرتضیٰ میں ہو ، چلے سر تا قدم نرگس

ردیف ش

(۱)

کسی کو رتبہٗ جم کی، کسی کو جام کی خواہش
مجھے ہے آستاں بوسی سے صبح و شام کی خواہش
کیا ہے دیر پہلے ہی قدم میں کعبہٗ دل کو
خدا جانے کہ کیا کرتی ہے اب اصنام کی خواہش
خراشِ سینہ ہو لیکن نگیں کی طرح دنیا میں
نہ روشن روسیاہی کے سوا ہو نام کی خواہش
سوائے بندگیٗ رب نہیں کچھ مطلبِ دل ہے
غرض اکرام سے مجھ کو نہ ہے انعام کی خواہش
کوئی طالب کسی شے کا ہو لیکن دل کو چندا کے
جنابِ مرتضیٰ سے ہے سدا آرام کی خواہش

(۲)

بلبل کو ہو بہار میں گلزار کی تلاش
لیکن مجھے سدا ہے مرے یار کی تلاش
ٹکڑے دل و جگر کو کیا جس نے بارہا
ہے مجھ کو اب تلک اسی خونخوار کی تلاش
کب نامِ گل ہے وادیٗ الفت میں اس لیے
ہے پانئے رہرواں کو سرِ خوار کی تلاش
دیتا ہے پیچ و تاب یہ دل پر خبر نہیں
کس مو کمر کے زلف کی ہے تار کی تلاش
گنجِ کرم سے بخشیے مولا کچھ اس قدر
چندا کو ہو نہ پھر کسی زردار کی تلاش

ردیف ص

(۱)

دور شراب سرخ ہے یاں صبح و شام رقص
دیکھے کبھی تو یار یہ مجلس تمام رقص

حق نے کیا ہے یار کو بس میرے بے نظیر
جس جائے دیکھتا ہوں نظر میں ہے عام رقص

تسخیر وحش و طیر تو کیا خاص و عام تک
رکھتا ہے سب کے حق میں ترا حکم دام رقص

گر چھوڑ بزم غیر کو آ جائے یاں تلک
دکھلاؤں تجھ کو ایسا ہی جس کا ہے نام رقص

دونوں جہاں میں کیوں نہ کرے فخر یا علی
چندا کو تیرے در کا ملے ہے مدام رقص

(۲)

سوا تیرے نہیں رکھتا کسی سے مدعا مخلص
جو تو سمجھے نہ سمجھے یہ ترا جان فدا مخلص

غرور اب جانفشانی کا ہے تجھ کو غیر کی لیکن
نہ دیکھے گا جہاں میں ہم سا کوئی باوفا مخلص

تجھے منظور ہے ہر آن میں خاطر رقیبوں کی
بلا کو ہے غرض تیری رہے خوش یا خفا مخلص

ہوں دل سے والہ و شیدا ادا و ناز کا کشتہ
جلاؤ یا کہ مارو ہوں قدیمی آپ کا مخلص

جناب پاک سے تیرے یہی چندا کو مطلب ہے
سمجھ اپنے سوالی کا مجھے مشکل کشا مخلص

ردیف ض

(۱)

مشک سے مطلب نہیں اس کو نہ عنبر سے غرض
ہے جسے صبح و مسا گیسوئے دلبر سے غرض
بزم میں تیری صہبا، چاہیے جو عیش ہے
پر ہمیں یاں بس ہے اپنے دیدۂ تر سے غرض
ہے عجب اس بزم میں وہ ہووے گرمِ گفتگو
شمع کی مانند جس کو تا رہے سر سے غرض
دولت و دنیا ملے لیکن پری رخسار کے
ہے تصور میں عرق کے گنجِ گوہر سے غرض
جس کو تو چاہے آئے سب چاہیں چندا کو سدا
ظاہر و باطن میں ہے مولائے مظہر سے غرض

(۲)

رکھتے ہیں سرے اشک سے یہ دیدۂ تر فیض
دامن میں لیا اپنے ہے دریا نے گہر فیض
پُر نور عجب کیا ہے کرے مجھ کو کرم سے
رکھتی ہے دو عالم پہ تری ایک نظر فیض
اک جام پہ بخشے ہے یہاں رتبۂ جم کو
کس کی نگہِ مست سے رکھتی ہے خمر فیض
محروم نہیں کوئی ترے خوانِ کرم سے
بے حصر خدائی کا ہی سب تجھ پہ مگر فیض
چندا رہے پرتو سے ترے یا علی روشن
خورشید کو ہے در سے ترے شام و سحر فیض

ردیف ط

(۱)

جب سے ہے دل کو مرے اُس ستم ایجاد سے ربط
تب سے رہوے ہے سدا نالہ و فریاد سے ربط

خار آنکھوں میں تو ہم ہی رہے رشکِ چمن
بلبل و گل سے رہے قمری و شمشاد سے ربط

متحد عاشق و معشوق ہیں باطن میں بہم
ظاہرا گو کہ نہ تھا شیریں کو فرہاد سے ربط

حالِ دل عرض کروں دل میں تھا اُس کے آگے
مرگ نے دی نہیں مہلت جو ہو جلاد سے ربط

ہو سکے کب جو اٹھاوے وہ کسی کی مِنت
بس ہے چندا کو علی تیری ہی امداد سے ربط

(۲)

کر دل نگہِ ناوکِ جاناں کی احتیاط
لازم ہے میزباں کو مہماں کی احتیاط

غیرت نے میری چشم سے آنسو کو رہ نہ دی
ہوتی ہے پاسبان کو زنداں کی احتیاط

وا شد کہاں ہو غنچۂ خاطر رقیب سے
گلچیں سے ہو سکے نہ گلستاں کی احتیاط

دیکھا ہے جب سے اُس بت کافر کو ہے یہ حال
کرنی پڑی ہے شیخ کو ایماں کی احتیاط

ہے گلشنِ نجف میں ترے ہاتھ یا علی
چندا سی عندلیبِ غزل خواں کی احتیاط

ردیف ظ

(۱)

تجھے ہے آئنہ رو میری گر صفا ملحوظ
نہ رکھ غبارِ دلِ آشنا سدا ملحوظ

جو اختلاط تو غیروں سے روز کرتا ہے
مگر ہے صبح و مسا مجھ پہ کچھ جفا ملحوظ

اگرچہ جان سے اپنی ہوں سب طرح حاضر
کروں میں کیا ترے دل میں نہیں وفا ملحوظ

جہاں کی بزم میں پروانے سو زباں سے شمع
جلے ہے تجھ پہ ، ہوا کچھ نہ مدعا ملحوظ

یہ جائے فخر ہے چندا سدا کنیزی میں
خدا کرے کہ رکھے تجھ کو مرتضیٰ ملحوظ

(۲)

رہے رقیب سے باہم وہ سیم بر محظوظ
ہوا نہ آہ کا اپنے کبھی اثر محظوظ

دریغ چشمِ کرم سے نہ رکھ کہ اے ظالم
کرے ہے دل کو مرے تیری یک نظر محظوظ

نہ بار بار ہوس ہو نبات کی مجھ کو
رکھے جو ایک ہی بوسے میں لب شکر محظوظ

تماشا ایک خدائی کا ہم دکھاتے ہیں
تو کیجے بندہ نوازی ، ہوئے ہو گر محظوظ

یہی دعا ہے کہ چندا کا دل علیِ ولی
ترے کرم سے رہے شام اور سحر محظوظ

ردیف ع

(۱)

جب مقابل شمع رو کے بزم میں آتی ہے شمع
مثل پروانے کے ہو بے تاب جل جاتی ہے شمع
حسن کی شہرت کو تیری سن کے اے خورشید رو
کہنے سے بادِ صبا کے سخت شرماتی ہے شمع
چشم تر اور جاں بلب ہے ماہ رو کے عشق میں
دیکھیے وقتِ سحر اب جان سے جاتی ہے شمع
کھول مت محفل میں اُن زلفوں کو پیارے رات کو
دیکھ کر مارِ سیہ کو جی سے گھبراتی ہے شمع
چاہیے کونین میں دستِ حمایت یا علی
ساتھ چندا اپنے لے ایمان کی آتی ہے شمع

(۲)

ملنے سے مجھ کو طبیب اب تو نہ کر یار کے منع
سنتے ہیں حق میں یہ پرہیز ہے بیمار کے منع
خوبیٔ ناز سراپا ہے عجب شے زاہد
کیوں تو اٹھکیلی کو کرتا ہے طرح دار کے منع
دے جزا اُس کو خدا خیر کی فصل گل میں
جو کرے ذبح کو اس صیدِ گرفتار کے منع
بعد یک عمر کے ساقی نے الش مجھ کو دی
مت تو لینے سے کر اب ساغرِ سرشار کے منع
آرزو ہے یہی چندا کو محب مولا
دیکھنے سے نہ کرے تا کسی زوّار کے منع

ردیف غ

(۱)

کرتا ہے مجھ کو دیکھ کے کیوں جستجوئے تیغ
سر ہے مرا حبابِ کفِ آب جوئے تیغ

زخمِ جگر کی اُس سے نہ رکھ چشم التیام
سیفِ زباں ہو جس کے رہے گفتگوئے تیغ

کل زور تھا مرا صف عشاق میں ترے
قدموں پہ سر رکھے تھا کوئی روبروئے تیغ

ہووے ابھی تڑپ سے رہا بسملوں کا جی
بار دگر نکالے جو تو آرزوئے تیغ

چندا کے خیر خواہ کو عزت ہو یا علی
اُس کا سدا رہے سر بدخواہ سوئے تیغ

ردیف ف

(۱)

کھینچے ہے جس پہ تیغ کو تو گھات کی طرف
لائے وہ نذر سر کو ترے ہات کی طرف

کیا تجھ سے سوزِ دل کہوں اپنا برنگ شمع
کہتا ہے دیکھ کے دل رات کی طرف

باطن میں دل کو گو کہ جلایا ہے تو نے آہ
ظاہر کی تو نظر ہو مدارات کی طرف

مجھ کو بہار باغ سے کیا کام عندلیب
دل ہے وہ گل بدن کی ملاقات کی طرف

بے شک و ریب یا علی ہر ایک جان پر
چندا کو بس ہے تیری عنایات کی طرف

(۲)

کیوں نہ ہو دل ان دنوں میں بلبلِ زارِ نجف
ہے سری مدِ نظر میں صحنِ گلزارِ نجف
دولتِ کونین ہو جائے فراہم آن میں
باریابی ہو مجھے جس دم بہ دربارِ نجف
اس سوالی کو نہ ہو پھر خواہشِ باغِ بہشت
جان و دل سے جو کوئی ہووے طلبگارِ نجف
خلق کی ہے کار برآری اسی کی ذات سے
کون ہے وہ جو نہیں محتاجِ سرکارِ نجف
گو سراپا تو ہے غرقِ بحرِ عصیاں خوف سے
بس حمایت کو تری چندا ہے سالارِ نجف

ردیف ق

(۱)

ہر رنگ سے ہزار جھلک گو دکھائے برق
چشمک کا لطف یار کی ہرگز نہ پائے برق
باہر جو نکلے برقع سے وہ روئے آتشیں
چادر میں ابر کی وہیں منہ کو چھپائے برق
گرمی نہیں ہے آنکھ لڑانے میں کچھ فقط
چتون بھی اس بھبھوکے کی ہے آشنائے برق
چشمِ پُر آب و آہِ شرر بار سے ہے کام
خواہش نہ ابر کی ہے مجھے نے ہوائے برق

گرمی وہ ہووے حسن میں چندا کے یا علی
جلوے کو اس کے دیکھ کے بس لوٹ جائے برق

(۲)

سال گذرے ہیں کہ درپردہ ہے ماہِ معشوق
ڈھونڈھے کون سی آنکھوں سے نگاہِ معشوق
ترک کب ہوتا ہے تنہا کہ سدا رہتے ہیں
غمزہ و ناز و ادا عشوہ سپاہِ معشوق
آہِ پر زور نے کھولی نہ گرہ طالع کی
مجھ سے دل تنگ ہو ملتا ہے جو شاہِ معشوق
دیکھیے جو وہ ستم گر ہے دکھاوے اللہ
اب گزر جان سے روکا ہوں میں راہِ معشوق
کب یہ وصاف ہے چندا تری اے شاہِ نجف
پرورش تجھ سے ہے عاشق کی نباہِ معشوق

(۳)

وہ یوں دستار پر اپنی ہے طفلِ تند خو عاشق
کہ ہو سکتا نہیں جز آئنے کے روبرو عاشق
سری نازک مزاجی کی نہیں رکھتا خبر ہرگز
وہ سنگیں دل نہیں ممکن کسی کا ہو کبھو عاشق
خوشی خوبوں کی ہے عاشق کی رسوائی میں کچھ ورنہ
کرے تارِ نظر سے خاک کو دل کے رفو عاشق
نہ ہوں کیوں بلبلِ رضوانِ جنت تیرے شیدائی
کہ تجھ پر ہے سرے گلرو ترا ہی رنگ و بو عاشق

نہ ہو سو جاں سے تجھ پر تصدق یا علی کیوں کر
نہ دل ہے نام پر چندا ترے بے گفتگو عاشق

(۴)

تجھ بغیر آنکھوں میں میرے شب ہوا یوں خواب برو
ز رے نادل نے لیا پہلو میں اپنے داب برو
سرسری ہرگز سمجھ مت دل جلوں کی آہ کو
حس کی گرمی سے سدا ڈالے ہے پرخود آب برو
ہجر نے غم کی گھٹا دل پر سرے یوں دیکھ کر
آنکھ ہیں اپنے سدا ٹپکائے خوں ناب برو
دل بی سعلے میں بس بہ جائے پانی ہو پگھل
عشق کی آتش کے گر مصر ہوں شیخ و شاب برو
گر رو ہے نہ دل چندا غیف کو یا علی
اس کی حسرت سے پھرے ہے چرخ پر بیتاب برو

ردیف ک

(۱)

آنکھیں ہے خواب میں نہیں یار اب تلک
ہیں منتظر یہ دیدۂ بیدار اب تلک
سب میکدے میں مست ہیں ہر ایک تجھ سوا
دنیا نہ ایسے دور میں ہشیار اب تلک
مرتے ہیں تیرے وصل کے کر سیر ایک دم
یہ دل ہے تشنۂ دیدار اب تلک
دیکھا رقیب تھا گل کے تب سے آہ
کھٹکے ہے دل میں وہ ہی مرے خار اب تلک

بولیں گے لوگ ساقیِ کوثر سے حشر میں
چندا مئے ولا سے ہے سرشار اب تلک

(۲)

بہرہ تھا رات طالعِ بیدار یاں تلک
آیا تھا اپنے گھر سے مرا یار یاں تلک

کب اٹھ سکے سوائے عصا کے زمین سے
نرگس ہے تیری چشم کی بیمار یاں تلک

ٹکڑے دل و جگر تو کیا پر یہی ہے عرض
پھر آئے وہ کبھی تو ستمگار یاں تلک

شبنم سے کچھ غرض نہیں چشمِ امید کو
ہے تازہ میرے اشک سے گلزار یاں تلک

چندا دماغ جانے فلک پر سنے سے تام
دل میرا ہے علی کا طلبگار یاں تلک

ردیف ل

(۱)

ساغر سے نرگس کی چشم کے پی کر شراب دل
پھرتا ہے بیخودانہ سا مست و خراب دل

تیری نگاہ گرم سے ساقی نہیں ہے کہیں
آتش سے تند رو سے جل کے ہوا ہے کباب دل

سر کو میں اپنے نذر کیا بات کے لیے
اس پر بھی ہر مجھ سے نہیں ہے حجاب دل

ٹھہری ہے جب سے آنکھ مری تیرے رخ پہ
ہر … اب اور ہے پر اضطراب دل

چندا کی ہے یہ عرض کہ دونوں جہان میں
اپنی طرف ہی رکھیو مرا بوتراب دل

(۲)

تیری تو عندلیب غرض ہے بہارِ گل
تو دیکھ میرے یار کو کب ہو دوچار گل
دیکھا چمن میں واسطے بلبل کے جا بجا
ہرگز نہیں رقیب سوا کوئی خارِ گل
اس غنچہ لب کی یاد میں اشکِ گہر سے
شبنم کی طرح ہوتے ہیں ہردم نثار گل
آنکھوں میں عندلیب کے خوش تر ہے ہر کلی
کب نقشِ پا کے سامنے ہے افتخار گل
چندا نہ ہووے کیوں ترے قربان یا علی
تو جانِ عندلیب ہے، تو اعتبارِ گل

(۳)

ہو تری عمر خضر ماہ جمال
یوں ہی تری گرہ ہو سال بہ سال
رشتہ تارِ دمِ مسیحا ہو
ہو مبارک تجھے یہ فرخ فال
پنجتن تجھ پہ ہوں کرم گستر
اور اللہ کا رہے افضال
شش جہت میں ہے شہرۂ بخشش
کہاں حاتم میں ایسے تھے افعال

عرض سرکار مرتضیٰ میں یہ ہے
پائے دونوں جہاں کا چندا مال

ردیف م

(۱)

ملتے ہیں توقع پہ ترے غیر سے کم ہم
رکھتے ہیں ترے دور میں یہ چشم کرم ہم
پرواز کی امید ہے گو مرغ قفس کو
ہرگز نہ ہوں صیاد ترے دام سے دم ہم
جوں شمع تری یک نگہ گرم سے ظالم
رہتے ہیں یہاں عمر سے یا دیدۂ نم ہم
ہاں سلطنت کے کی ہے ساقی کسے پروا
بننے سے ترے جام الش کے ہوئے جم ہم
معروضہ یہ چندا کا ہے اب شاہ نجف سے
دیکھیں نہ کبھی گردش افلاک سے غم ہم

(۲)

چمن سے کیوں اڑی اس آہ دل کو دیکھ کر شبنم
کہ ہم بھی اشک ریزی میں ہیں تیرے ہم اثر شبنم
اگر بلبل ترے معشوق کی عاشق نہیں ہے وہ
گزر پھر کس لیے کرتی ہے گل پر ہر سحر شبنم
نہ ہم کو چین گلچیں سے نہ تجھ کو گل سے راحت ہے
محبت سے ہی ہم گزرے ہیں تو بھی درگذر شبنم
ہماری آہ کی تاثیر پنہاں ہووے گلشن سے
اڑے ہے رنگ سے گل کے لگا کر بال و پر شبنم

تصدق جان و دل سے ، دین سے ، ایمان سے اپنے
ہے چندا اپنے مولا کی تو ہو خورشید پر شبنم

ردیف ن

(۱)

ظاہر میں یا کہ خواب میں صورت دکھا کہیں
تڑپے ہوں انتظار میں ، اے شوخ آ کہیں
میں پوچھتا ہوں دن کی تو کہتا ہے رات کی
معلوم یوں ہوا کہ ترا دل لگا کہیں
بلبل نمط تڑپتا ہوں گل رو بہار میں
لے جائے یہ بہار ترے تک صبا کہیں
کی کوہ کن نے کوہ کنی ، میں نے جاں کنی
ماں باز تو نے اور بھی مجھ سا سنا کہیں
چندا کی عرض ہے یہی عالی جناب سے
عقدے کو حل کریں مرے مشکل کشا کہیں

(۲)

ہمارے واسطے تم ہو اگر واں بے قراری میں
ابھی رہتے ہیں ہم بھی یاں تمھاری یادگاری میں
جو اہلِ دل کہ صاحب درد ہے ، آگہ ہے وہ ہی
مزہ جو کچھ کہ ہے بھولے پھر کی اشک باری میں
نہ وہ ہوش و حواس اب ہیں نہ وہ اب تاب و طاقت ہے
عجب حالت ہماری ہے تمھاری انتظاری میں
کوئی کھینچے لیے جاتا ہے تن سے روح کیا کیجے
اذیت کھینچتے ہیں بار کیا کیا تیری یاری میں

کرو مشکل کشا مشکل کشائی جلد چندا کی
نکلتا منہ سے ہے ہر دم یہی بے اختیاری میں

(۳)

حاکم کے کہنے کا نہیں مجھ کو اثر کہیں
محکوم ایسا دیکھا کوئی بے خبر کہیں
اس وضع پر ہو کیا مجھے پھر تیرا اعتبار
رہتا ہے شام کو تو کہیں اور سحر کہیں
بویا زمینِ دل میں سدا تخمِ آرزو
پر نارسائیوں کا نہ دیکھا ثمر کہیں
مجھ سا جو بندگی میں کرے جان کو نثار
کب ہے یہ بے دلوں کو جہاں کے جگر کہیں
چندا کو آرزو ہے یہی اس کے لطف سے
یا مرتضیٰ علیِ ولی ہو نظر کہیں

(۴)

ظاہر کی گفتگو کو مرے پاس جا نہیں
باطن میں ہم تو دل کے سوا آشنا نہیں
فرہاد و قیس نے تو دیا جان عشق میں
لیکن یہ دور میں کوئی مجھ سا سنا نہیں
یاں تک تو اٹھ گیا ہے زمانے سے اتحاد
دل بھی مرے بغل میں ہے پر آشنا نہیں
جھگڑے ہزار مجھ سے تو کر اور سب سے مل
ہرچند مجھ سے خوش نہ ہو تو میں

چندا سمجھ کے کعبۂ دل یا علی ولی
اس کو سوائے طوفِ نجف مدعا نہیں

(۵)

جلوہ گر ان دنوں کچھ اشک ہیں کم آنکھوں میں
اس لیے خون رہا آن کے جم آنکھوں میں
راست کہتا ہوں سبھی پیچ کھلے ہیں دل کے
ایک پھرتا ہے تری زلف کا خم آنکھوں میں
دل میں رہتا ہے مرے گرچہ وہ طفلِ بدخو
اشک کی طرح نہ ٹھہرا کوئی دم آنکھوں میں
نظریں بدلی ہیں بے طرح گراں خاطر ہو
یوں فلک کب تھے سبک یار کی ہم آنکھوں میں
باغباں سے نہیں منت پہ نیاز مولا
دل کے واشد سے ہے چندا کے ارم آنکھوں میں

(۶)

ہلالِ مہِ نو کو کم دیکھتے ہیں
وہ ابرو کا تیرے جو خم دیکھتے ہیں
حرم کو بنائے ہیں ہیں دیر دل میں
تجھے جب سے ہم اے صنم دیکھتے ہیں
ہمیں تیری آتی ہے اک بات آن میں
حسینوں کو تیری قسم دیکھتے ہیں
رہیں کیونکہ بستی میں اس عشق کے ہم
جو آہو کو جنگل سے رم دیکھتے ہیں

کنیزی سے ہے سرتفضل کی میسر
جو چندا پہ لطفِ اتم دیکھتے ہیں

(۷)

کٹی ہے ہجر کی شب ، اب ہے وصلِ یار کا دن
خدا نے ہم کو دکھایا ہے پھر بہار کا دن
اٹھا بغل سے تو اے ماہ رو مرے تب سے
نہ پوچھ کیونکہ کٹا تیرے بے قرار کا دن
قسم تجھے سرِ مینا کی ساقیا مے دے
نشے کی رات ہے یہ اور ہے خمار کا دن
سوائے نالہ و آہ و فغاں اے زہرہ جبیں
تمام ہووے نہ راحت سے دل فگار کا دن
کٹے ہے دم یہ جو چندا کا یادِ مولا میں
گنے ہیں عمر میں اپنے وہ ہی شمار کا دن

(۸)

باہم وہ کب خوشی سے ملے تنگ خواب میں
جن کے خیال کو ہے مرے ننگ خواب میں
زخمی کیا وہ دل کو مرے شہسوار حسن
عاشق کی صف سے جو کہ رکھے جنگ خواب میں
سر سے نمازِ کعبہ کیا میں ادا صنم
دیکھا ہوں جب سے در کا مرے سنگ خواب میں
ہونٹا کبھی نہ راہ سے ظاہر میں خوش خرام
الھکیلوں کا مجھ سے کرے ڈھنگ خواب میں

بیدار کیا نصیب ہے چندا کا یا علی
باغِ نجف کا دیکھا ہے جو رنگ خواب میں

(۹)

مہیا دور میں جو عیش ہے تیرے سدا شاہاں
نہ جم سے بھی ہوا تھا اس قدر نوروز کا ساماں
بھلا اب کوئی ہو کیا شان و شوکت میں ترا ہمسر
کھڑے ہوں دست بستہ سامنے جب قیصر و خاقاں
نہیں کچھ حاجتِ اظہار شاہا حال دل کا (؟)
بہ رنگ ذرہ کب مہرِ کرم سے ہے ترے پنہاں
یہی مشہورِ عالم ہے گدا سے شاہ تک باہم
ترے خوانِ کرم پر کون ہے وہ جو نہیں مہماں
سدا پلتے ہیں چندا سے ہزاروں جس کے سایے میں
نظام الدولہ و شاہِ دکن ہے رستمِ دوراں

ردیف و

(۱)

جو دیکھا یار کے عارض پہ میں نے خالِ تاباں کو
کہی پھبتی کہ یہ ہندو کرے ہے حفظ قرآں کو
رہا ہمدرس ہوں اس مدرسے میں عشق کے برسوں
سبق تھا وامق و عذرا کا واں طفلِ دبستاں کو
سوا گلرو کے اے بلبل جو یہ آغوش خالی ہو
لگا دیں آگ ہی یک لخت ہم سیرِ گلستاں کو

جہاں سو رنگ سے دیکھا گریباں چاک کر کر بھی
پہنچتا ہی نہیں ہے ہات میرا تیرے داماں کو
بجا ہی ہیں گے ہر یک جا جہد کے وسیلے سے
جو اپنی آبرو سونپی ہے چندا شاہ مرداں کو

(۲)

تم منہ لگا کے غیروں کو مغرور مت کرو
لگ چلنا ایسے ویسوں سے دستور مت کرو
تسوے بہا کے ہر گھڑی زاری نہیں ہے خوب
یہ راز عشق ہے اسے مشہور مت کرو
ہر چند دل دکھانا کسی کا برا ہے پر
رنجیدہ خاطروں کو تو رنجور مت کرو
اے ہمدمو جو مجھ سے ہے منظور اختلاط
جز ذکرِ یار تم کوئی مذکور مت کرو
روشن رکھو جہان میں مولا مثالِ مہر
چندا کے منہ سے نور کو تم دور مت کرو

(۳)

تو اپنی بزم میں دے بیٹھنے اگر ہم کو
کھڑے ہوں دیکھ کے شاہانِ بحر و بر ہم کو
ہماری چشم نے ایسا کمال پایا ہے
جدھر کو دیکھیے آتا ہے تو نظر ہم کو
قلق سے عشق کے ہو جائے دل نہ کیوں غلطاں
نظر جب آئے ترے کان کا گُہر ہم کو

وفا کے ہاتھ سے اپنے کہاں عاجز ہیں
جفا تو اُس کی تھی معلوم پیشتر ہم کو
نہیں ہے طاق سے کسریٰ کے کچھ غرض چندا
ملا ہے جب سے کہ مشکل کشا کا در ہم کو

(۴)

کیوں تو ہر وقت لگاتا ہے حنا ہاتھوں کو
تنگ آتا ہے مرے خون سے کیا ہاتھوں کو
قتل پر میرے کمر باندھ رکھا ہے جو قدم
حق رکھے خوش تجھے پر دیوے سزا ہاتھوں کو
گر مرے دل کو چرایا نہیں تو نے ظالم
کھول دے بند ہتھیلی کو بتا ہاتھوں کو
نغمۂ سوز سے دل کیونکہ نہ پروا کرے
رقص کرتا ہے تو ہر وقت بجا ہاتھوں کو
مدعا پائے گی چندا کہ ابھی بھر دعا
درگہِ شاہِ نجف میں تو اٹھا ہاتھوں کو

ردیف ہ

(۱)

سامنے تیرے مژہ کے ہو نہ زنہار آئنہ
بھن آوے گر بظاہر آئنہ چار آئنہ
عاشقوں کے ہاتھ خالی ہوں متاع حسن سے
عکسِ افشاں سے ہو تیرے ہفت زردار آئنہ
منتظر اُس کی توجہ کے ہیں سب شاہ و گدا
حسن سے حسر کے لبا ہے گنج خروار آئنہ

گر نہیں ہے عکسِ رخ تیرا تو پیارے کس لیے
رات دن رکھتا ہے یکساں چشمِ بیدار آئنہ
نذر ہم کرتے ہیں چندا بے تکلف اپنا دل
گر سوال کو علی کے ہووے درکار آئنہ

(۳)

ہے مضامین کا یوں اپنے نظر میں غوطہ
جیسے موجوں کا مسلسل ہو گہر میں غوطہ
سرمۂ چشم کو کیا سرمۂ آبی سے مثال
کھائے وہ پانی میں، یہ خونِ جگر میں غوطہ
خوب سجتی ہے ترے بر میں یہ پوشاک سفید
دے کے خور نکلے ہے جیوں نورِ سحر میں غوطہ
غور کیجے تو ہیں پُر نور جمادات و نبات
نہ ترے جلوے کا ہے ذاتِ بشر میں غوطہ
یا علی قلزمِ خوں خوار ہے دنیا مشہور
کھاوے چندا نہ کبھی اُس کے بھنور میں غوطہ

(۴)

ہو مثلِ گل صبا سے نہ اس دل کی وا گرہ
جب سے وہ غنچہ لب نے جبیں پر دیا گرہ
دل قبض و بسطِ یار کی ہر شب بھرے ہے گرد
دیکھا جو بکھرے بکھرے یہ زلفِ رسا گرہ
یک عقدہ دل کا میرے فلک سے نہ کھلے نہ حیف
پل مارنے میں غنچوں کی کھولے صبا گرہ

یک عمر بعد گھر مرے آیا حجاب سے
وہ دے کے سر سے پاؤں تلک جابجا گرہ
چندا کو دو جہان کی خوبی نصیب ہو
کھولے کرم سے اپنے جو مشکل کشا گرہ

ردیف ی - ے

(۱)

روکتا ہوں جو اسے مجھ سے خفا رہتا ہے
دل یہ میرا ترے کوچے ہی میں جا رہتا ہے
گرچہ سب عیش مہیا ہیں پر اس محفل میں
خانہ آباد نہ تو ہووے تو کیا رہتا ہے
ہووے کس طرح بھلا تیری ملاقات نصیب
گھر میں تیرے ہی رقیب اب تو سنا رہتا ہے
[illegible] اس کو خدا واسطے ٹھکرا نہ صنم
سر مرا تیرے ہی تلووں سے لگا رہتا ہے
جب سے کہتے ہیں یہ چندا کو موالیِ علی
حیدرآباد میں اک اہلِ وفا رہتا ہے

(۲)

کھلا جب نقاب مرے گل عذار سے
نکلے ہے دل سے جان آتی ہے اب انتظار سے
ٹھہرے نہ کچھ ترے صف مژگاں کے سامنے
مردانہ دل تھا وہ کہ لڑے جو ہزار سے
بیکل کیا ہے [illegible] تصور نے جانِ من
[illegible] وعدہ کیجو اس بے قرار سے

گو اختراعِ عیش کا معدن ہے تو مگر
رغبت مجھے ہمیشہ ہے بوس و کنار سے
میداں میں کوئی گوئے سخن تجھ سے لے نہ جائے
چندا امید رکھ شہِ دُلدل سوار سے

(۳)

دیکھا چمن میں دہر کے کیا کیا بہار ہے
ہے لالہ رُو کوئی تو کوئی گل عذار ہے
دیکھا نہ آئنے نے کبھی جس کو آنکھ بھر
شکر خدا وہ ان دنوں ہم سے دوچار ہے
تو نے قرار وصل کیا مجھ سے ظاہرا
تب سے ہماری جان بہت بے قرار ہے
باغِ بہشت آنکھوں سے اب گر گیا مرے
دل میں بسا وہ سبز خطِ روئے یار ہے
چندا نے یا علیِ ولی نام پر ترے
صدقے کیا ہے جان کو ، دل بھی نثار ہے

(۴)

سنبھال اپنے کو اے شانے نہ ان زلفوں میں آلجھا لے
چڑھے ہیں بن ڈسے کے زہر یہ دو ناگ ہیں کالے
نہ پورا وصل کی شب میں ہوا عاشق کا اک ارماں
جدائی نے تری ظالم قیامت مجھ پہ دن ڈالے
اشارہ پھر کسی ابروؔ سے چاہے ہے یہ دل میرا
کہ جس چشمِ سیہ نے سیکڑوں کے دل میں گھر گھالے

کہاں سمجھانے سے سمجھے ہے نادان قدر تو دل کی
نہ تو جب تک پڑے ظالم کسی بے درد کے پالے

نہیں مخفی ہے حالِ دل علی، سب تجھ پہ ظاہر ہے
تو ہے روشن گرِ خورشید اے چندا کے رکھوالے

(۵)

مجھے نامِ خدا اس شوخ کا یہ طور بھاتا ہے
ادا سے چیں بہ ابرو ہو، لبوں میں مسکراتا ہے

ستم ہے یہ کہ تُرکِ چشم کا بیخود ہوں تس پر بھی
شرابِ پرتگالی تو مجھے ساقی پلاتا ہے

سفینہ دل کا میں ڈالا ہوں اب دریا میں الفت کے
بساحل ہے سلامت یا طلاطم ہی میں آتا ہے

نہ تو نے وادیٔ الفت کیا طے یار منصف ہو
صفِ عشاق میں ناحق تو اپنے کو کہاتا ہے

برنگِ طائرِ قبلہ نما ہر آن دل میرا
ہر یک اطراف سے چندا نجف کو کھینچ لاتا ہے

(۶)

بہت مخمور ہوں ساقی شرابِ ارغوانی دے
نہ رکھ تشنہ مجھے، ساغر براہِ مہربانی دے

خجل جب سے کیا ہے مہر کو وہ ماہرو میرا
جبیں پر شان سے بیٹھا ہے قشقہ زعفرانی دے

گلہ کرتے ہو کیوں اے حضرتِ دل یار کا اپنے
کوئی معشوق کب عاشق کو دارِ جانفشانی دے

تصدق جان و دل اپنا کیا ہوں تجھ پہ منت سے
کبھو تو بوسۂ لب بھی مجھے اے یار جانی دے
رکھے ہے آرزو چندا تصدق شاہزادوں کا
مری جو ہیں، علی والی مرادیں من کی مانی دے

(۷)

جو کچھ سوزِ جگری کی لب تلک تقریر آتی ہے
لئے دیوانگاں بے ساختہ زنجیر آتی ہے
مرقع صفحۂ امکاں ہے گو کلکِ مصور سے
نگہ میں ایک عالم کے تری تصویر آتی ہے
جو کچھ خوبی ہے چہرے پر نمایاں خطِ خوباں میں
کہاں اس وضع کی کاتب تجھے تحریر آتی ہے
کرے گر قتل مجھ کو یا جلائے اس کی جو مرضی
لئے محکوم ہے حاکم پہ کب تقصیر آتی ہے
نہ چاہے یا علی کیونکر مدد یہ روحِ شبر سے
کہ چندا بہرِ طوفِ مرقدِ شبیر آتی ہے

(۸)

ہوا کچھ بھی نہ حاصل نالۂ شب گیر سے اپنے
گلہ ہم کو رہا ہے شورِ بے تاثیر سے اپنے
اسیرِ غم کو زنداں سے نکالا ہے سبب پھر کیوں
سنا ہے غل بھی تو نے نالۂ زنجیر سے اپنے
یہ مرغِ دل ہلال ابرو ترے مژگاں کا قرباں ہے
نکال اب آرزو میری کمان و تیر سے اپنے

جو ہو کوئی ترے ، قتالِ عالم ، وصل کا پیاسا
نہ کھینا تشنہ لب آبِ دمِ شمشیر سے اپنے
نہ ہو چندا زمانے میں کسی سے ملتجی ہرگز
جو کہنا ہے تجھے کہہ شبر و شبیر سے اپنے

(۹)

ہر روز جو یوں ہی ستم ایجاد کرو گے
دل عاشقوں کے سیکڑوں برباد کرو گے
گر دام سے اپنے ہمیں آزاد کرو گے
پھر کس سے یہ کنجِ قفس آباد کرو گے
اوروں سے اگر دوستی رکھتے ہو بظاہر
باطن میں یقیں ہے کہ ہمیں یاد کرو گے
ناشاد کئی دل ہیں نہ ملنے سے تمھارے
ایسا کبھی ہوگا جو انھیں شاد کرو گے
سو جان سے ہوگی وہ تصدق سرے مولا
چندا کی جو کونین میں امداد کرو گے

(۱۰)

چشمِ کافر بھی ہے اور غمزۂ خونخوار بھی ہے
قتل کو پاس سپاہی کے یہ تلوار بھی ہے
کفر و اسلام میں ثابت رہے دل کس پہ بھلا
صاحبِ سبحہ بھی ہے ، مالکِ زنار بھی ہے
گرچہ راحت ترے ملنے سے ہے سوزش ہے وہی
جس جگہ گل ہے مری جان وہیں خار بھی ہے

کچھ سمجھ کر ہی کیا اس نے تملق اے دل
رحم پر صرف نہ جا اس کے ، ستم گار بھی ہے
حالِ دل کس سے یہ چندا کہے ہر مشکل میں
یا علی تیرے سوا کوئی مددگار بھی ہے ؟

(۱۱)

گویا کہ تازہ کفر کی وہ ابتدا کرے
دل کو جو ان بتوں سے کوئی آشنا کرے
پہنچا تو اس کی خاکِ قدم میری چشم تک
جب خوبرو چمن میں گذر اے صبا کرے
ہو اس میں زرق برق زمانے کا الغرض
ہے ذی شعور وہ جو کسی دل میں جا کرے
گل رو یہ ایک غنچۂ دل کیا ہے میرا آہ
گر ہو نسیمِ لطف تو سو عقدے وا کرے
چشمِ امید ہے یہی چندا کو روز و شب
میری طرف نگاہِ کرم مرتضیٰ کرے

(۱۲)

اگر وہ قامتِ زیبا نہ میری داد کو پہنچے
سلامِ رخصت اس گلشن میں ہر شمشاد کو پہنچے
ادا شرط عبادت ہو سکے ہے کب بھلا اس کی
خودی کو اپنی جب بھولے خدا کی یاد کو پہنچے
رہے کوئی نہ عقدہ پھر سرِ عشاق سے باقی
خبر میرے جنوں کی گر ستم ایجاد کو پہنچے

ہوئے ہیں عشق میں مشہور گرچہ قیس و وامق بھی
نہ دیکھا ایک دم جو کوشش فرہاد کو پہنچے
نہیں کچھ حاجتِ تقریر چندا ، سب پہ روشن ہے
سوائے مرتضیٰ کے کون اب فریاد کو پہنچے

(۱۳)

یاد آگئی ہے دل کو مرے آہ کسی کی
تکتا ہوں شب و روز جو میں راہ کسی کی
خواہش تجھے غیروں کی سدا رہتی ہے لیکن
ہم کو تو نہیں تیرے سوا چاہ کسی کی
بوسہ بھی کوئی مانگے تو دے جان کی خیرات
خاطر کو نہ رنجیدہ کر اے ماہ کسی کی
کس طرح کہوں آہ بھلا حالِ دل اپنا
سنتا نہیں کچھ بات وہ دلخواہ کسی کی
تحقیق کیا ہم نے [illegible]
چندا کو تمنا نہیں واللہ کسی کی

(۱۴)

عجب کیا میکشی کا دل میں ہر زاہد کے جوش آئے
اگر ساغر بکف محفل میں اپنا ماہ رو [illegible] آئے
نہیں ممکن رہیں وحشت زدہ [illegible] آئے
طرف بستی کے یہ دیوانہ گر صحرا بدوش آئے
کیا ہے ضبط اُس پردہ نشیں کے عشق میں میں نے
صدائے آہ ناممکن ہے دل سے تا بگوش آئے

ہوا وہ آئنہ رو محفل آرا بعد مدت کے
اگر آئے یہاں زاہد تو کہہ دینا خموش آئے
بھادوں نامۂ اعمال چندا بحر جوشش میں
جو بری جرم بخشی کو علی سا بے فروش آئے

(۱۵)

مرا دل گو زمانے کے بھی ننگ و نام سے گذرے
نہ عشقِ نرگسِ چشمِ بتِ گلفام سے گذرے
رہی ہے ہم کو کیفیت بے اس آنکھوں کی خونباری
چمن میں منتِ ساقی سے گذرے جام سے گذرے
کہیں کیا جو کہ کر گذرے ہیں تیرے عشق میں لیکن
کہاں یہ ہو سکے جو تو خیال خام سے گذرے
رخ وگیسو و خال و طاقِ ابرو دیکھ کر اس کے
نماز و روزہ و تسبیحِ صبح و شام سے گذرے
کرو امداد فضلِ حق سے یا مشکل کشا میری
سدا کونین میں چندا کو اب آرام سے گذرے

(۱٦)

کہا کس نے کرو تم مجھ سے یوں اقرار کیا سمجھے
پھرا کر رخ کو اپنے کیوں ہوئے بیزار کیا سمجھے
بہ زندگی شمع روشن ہے یہ اہلِ بزم پر لیکن
جو حالت اپنی ہم نے تم پہ کی اظہار کیا سمجھے
جو سچ پوچھو تو یہ زحمت اٹھائی عشقِ شیریں میں
اگر فرہاد سے خسرو کرے تکرار، کیا سمجھے

نہ ہمسر جس کے یک ناخن کا ہووے کیا حقیقت ہے
مہ نو دل میں قدرِ ابروئے خمدار کیا سمجھے
بھلا جب کریں تعریف، چندا کی حقیقت کیا
تمہارا کوئی رتبہ، حیدرِ کرار کیا سمجھے

(۱۷)

ہم جو شب کو ناگہاں اُس شوخ کے پالے پڑے
دل تو جاتا ہی رہا، اب جان کے لالے پڑے
ہجر میں رویا ہوں تیرے رات دن میں اس قدر
خون سے دل کے بہے جاتے ہیں پرنالے پڑے
چاند سا منہ اپنا دکھلا دے کبھی او گلبدن
سیکڑوں در پر ترے ہیں دیکھنے والے پڑے
دست رس شانے تجھے یک مو نہ ہو اُس زلف تک
جس کی ہر لٹ میں لٹکتے ہیں سدا کالے پڑے
آئی چندا آپ کے در پر ہے، دو یوں یا علی
تکمے ہوں الماس کے اور لعل کے بالے پڑے

(۱۸)

ہر شب ہے گذری یاد میں جس گل عذار کی
یک روز لی خبر بھی نہ اُس بیقرار کی
کچھ کچھ نظر جو آتی ہے سیماب میں تڑپ
سیکھی ہے طرز دل سے مرے اضطرار کی
روزِ ازل جو جام محبت پلا دیا
سرخی رہی ہے آنکھوں میں اب تک خمار کی

خونِ جگر یہ آنکھوں سے امڈا کہ بہہ چلا
تس پر بھی یہ جھڑی نہ تھمی اشکبار کی
چندا کو اب دکھائیے دیدار یا علی
طاقت نہیں رہی ہے اب انتظار کی

(۱۹)

شب کو ہماری ان کی ملاقات ہوگئی
شکرِ خدا کہ ہم پہ عنایات ہوگئی
آتے ہی میں نے اس کے کیا نذرِ نقدِ دل
مہماں کی ہر طرح سے مدارات ہوگئی
بدلے حنا کے خون ملا میرا پاؤں میں
تجھ سے جفا جو ہوئی تھی مہمات ہوگئی
خورشید رو قسم ہے یہ زلفوں کی تو نے کل
وعدہ کیا تھا دن کا مگر رات ہوگئی
دستِ خدا سے مانگ لے چندا بصدقِ دل
تو جان لے قبول مناجات ہوگئی

(۲۰)

گل کے ہونے کی توقع پہ جیے بیٹھی ہے
ہر کلی جان کو مٹھی میں لیے بیٹھی ہے
کبھی صیاد کا کھٹکا ہے کبھی خوفِ خزاں
بلبل اب جان ہتھیلی پہ لیے بیٹھی ہے
تیر و تلوار سے بڑھ کر ہے تری ترچھی نگہ
سینکڑوں عاشقوں کا خون کیے بیٹھی ہے

تیرے رخسار سے تشبیہ اسے دوں کیونکر
شمع تو چربی کو آنکھوں میں دبے بیٹھی ہے
تشنہ لب کیوں رہے اے ساقیٔ کوثر چندا
یہ ترے جامِ محبت کو پیے بیٹھی ہے

(۲۱)

وہ وعدہ کر کے شب کو تو ہم سے نہاں رہے
بولے سحر پھر آئیں گے، خاطر نشاں رہے
گر خیرخواہی آپ کو منظور ہے تو بس
ایسا ہو امتحان کہ پھر امتحان رہے
دامن کشیدگی سے ترے یار حیف ہے
یاں چشمِ انتظار مری خوں فشاں رہے
رہیں اس سوا بساط میں رکھتا نہیں ہوں کچھ
بھیجا ہوں دل کو پاس ترے ارمغاں رہے
کونین میں یہی ہے تمنا کہ یا علی
چندا پہ حق کرم سے ترے مہرباں رہے

(۲۲)

مرے بر میں جس دم وہ دلبر رہے
تو دل میرا کا ... ہو مضطر رہے
... تیرے مژگاں کی دل میں ہے یوں
کھٹکتا کہیں جیسے نشتر رہے
جہاں میں نہ مجھ سا ہے عاشق کوئی
تمہیں بات میری یہ باور رہے

اُٹھاؤں نہ سر کو قدم سے ترے
اگر خلق میں شورِ محشر رہے
یہی عرض میری ہے مولا علی
ترا سایہ چندا کے سر پر رہے

(۲۳)

بہارِ عیش لے کر باغ میں اب یوں بسنت آئی
کہ بے تکلیف ہے شبنم سے گل کی بادہ پیمائی
صبا اُس کے لیے آئینہ وا چشمِ بلبل ہے
ہجومِ نوعروسانِ چمن کی ہے خود آرائی
کسی نے مجھ سے پوچھا ہے یہ چرچا بزم کا کس کے
کہا میں نے یہ دی ہے حاتمِ ثانی نے زیبائی
قدم رستم نہ چوسے کیونکہ میدانِ شجاعت میں
ازل سے تا ابد مشہور ہے اب جس کی مولائی
دیا جو شرط تھی بخشش کی تس پر بھی ہر اک دم میں
یہ رنگِ مہر ہے چندا یہ جس کی جلوہ فرمائی

(۲۴)

بسنت آئی ہے موجِ رنگِ گل ہے جوشِ صہبا ہے
خدا کے فضل سے عیش و طرب کی اب کمی کیا ہے
بیاں، میں کیا کروں اُس کے شبستاں کا تعالی اللہ
قضا و قدر جس کے جشن میں اب کارفرما ہے
سخاوت میں کوئی ہمسر نہ ہو اُس کا زمانے میں
وہی کرتا ہے پورا جس کے دل میں جو ارادا ہے

خضر کی عمر ہو اُس کی تصدق سے ایمد کے
نظام الدولہ آصف جاہ جو سب کا مسیحا ہے
یہی خواہاں کرم سے ہے سدا بندہ چندا کو
کسی کی بھی نہ ہو محتاج تم سے یہ تمنا ہے

(۲۵)

روبرو خورشید رو کے ماہ میں کیا نور ہے
داغ پایا چاند نے یہ بے کلف مشہور ہے
غمزہ و ناز و ادا شیوہ ہے خوبوں کا مگر
ہر سخن میں روٹھ جانا کون سا دستور ہے
عشق میں حق کے انا الحق کہہ رہا ہے بار بار
ہر مژہ پر لخت دل اپنا بھی منصور ہے
تجھ کو حوران بہشتی بھی پہنچ سکتے نہیں
لیلیٰ و شیریں کا اُس کے آگے کیا مذکور ہے
عاجز چندا یہ بھی ہووے کرم یا مرتضیٰ
بخش دو دونوں جہاں میں تم کو سب مقدور ہے

—— .o: ——

[illegible]